سلسلۂ منتخب کشمیری منظومات نمبر ۳

شمس فقیر

مؤلفہ و مصنفہ

پروفیسر شمس الدین احمد

کلچرل اکادمی

جموں و کشمیر

بار اول، ۱۹۵۹ء

تعداد، ایک ہزار

قیمت، ۵۰ ؎

مطبوعہ، جید پریس بلیماران دہلی

فہرست:-

2

تعارف

سری نگر میں چنکرال نام کا ایک محلہ ہے شمس صاحب اسی محلہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا اسم گرامی محمد صدیق بٹ تھا۔ آپ کے والد شالبافی کا کام کرتے تھے ایک بھائی اور ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔ چھوٹے بھائی کا نام غلام محمد بٹ تھا اور وہ سری نگر میں ہی تادم حیات مقیم رہے۔ شمس صاحب ۱۲۵۹ھ (مطابق ۱۸۴۳ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بچپن کے حالات زیادہ معلوم نہیں البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ آپ نے مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی لیکن اخلاقی تعلیم آپ نے اپنے والدین سے حاصل کی۔ گھریلو ماحول زاہدانہ تھا اس لئے آپ شروع سے ہی مذہبی احکام کے پابند رہے۔ دس بارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو شالبافی[۲] کے ایک کارخانہ میں بھیج دیا۔ کارخانہ[۳] میں داخل ہوکر شمس صاحب ایک مختلف ماحول میں آگئے۔ یہاں چھوٹے بڑے پیر و جوان بھی موجود تھے۔ لوگوں کو مذہبی معاملات شریعت و طریقت کے تذکرے سننے سے زیادہ دلچسپی

---

[۱] شمس صاحب کی تاریخ وفات ۱۳۲۲ھ ہے اور یہ تاریخ اُن کی صاحبزادی کے فرزند غلام محی الدین صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اخوند حبیب اللہ نے (جنہوں نے شمس صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی) خود یہ تاریخ اپنے پاس محفوظ رکھی تھی اور اس کی نقل غلام محی الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔

[۲] شالباف کشمیری میں "کھنڈواو" کے نام سے مشہور ہیں جو اب بھی اپنی سادہ طرز معاشرت پرہیزگاری اور خدا ترسی کی وجہ سے مشہور ہیں۔

[۳] کئی معمر بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شمس صاحب زیندار محلہ میں شالبافی کے ایک مشہور کارخانہ میں کام کرتے تھے اور یہ کارخانہ کسی صاحب کی ملکیت تھی جو "پرہ" کے عرف سے مشہور تھے۔

تھی۔ اس کارخانہ میں بھی اکثر و بیشتر شریعت و طریقت اور انبیاء و اولیائے کرام کے حالات کا تذکرہ ہوتا تھا۔ شمس صاحب کی طبیعت فطری طور پر ان چیزوں کی طرف راغب تھی۔ اسی کارخانہ میں مشہور و معروف بزرگ نغمہ صاحب بھی شالبافی کا کام کرتے تھے اس وقت آپ عمر رسیدہ تھے چونکہ موخر الذکر بھی چینکرال محلہ میں سکونت پذیر تھے اس لئے ظاہر ہے کہ شمس صاحب کو اپنا عزیز سمجھتے ہوں گے اور جب شمس صاحب میں ذوق و شوق بڑھتا دیکھا ہوگا تو شمس صاحب سے آپ کو خاصی دلچسپی پیدا ہوئی ہوگی۔ شمس صاحب کے شعور کی تعمیر کے لئے یہ مخصوص ماحول سنگِ بنیاد تھا۔ وہ نغمہ صاحب کے مرشد طریقت سوچھ صاحب[۵] ملیا کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ تشنگی پھر بھی بڑھتی جارہی تھی یہ حقیقت ہے کہ سری نگر میں یا سری نگر سے باہر کشمیر بھر میں جتنے مشہور و معروف بزرگ موجود تھے اُن کی تربیت میں رہ کر فیض یاب ہوتے رہے۔ ان بزرگ صاحبدل اصحاب میں اہم ہیں بزرلہ کے عبدالرحمان صاحب، کلایہ اندلا کے عتیق اللہ صاحب، گلاب باغ (حضرت بل) کے محمد جمال الدین صاحب اور سری نگر کے رسول صاحب المعروف "ملہ کہ ژر"۔ بزرلہ کے عبدالرحمان صاحب ایک نامی قلندر تھے اور آپ سری نگر کے محلہ چینکرال میں ایک کمہار کے گھر میں اکثر قیام فرماتے چنانچہ دبدری نامی ایک کمہارن سے آپ کا نکاح ہوا تھا۔ شمس صاحب کو ان سے انتہائی عقیدت تھی چنانچہ جب تک آپ بقید حیات

---

[۴] نغمہ صاحب کے پڑپوتے محمد سلطان شیخ دوکاندار محلہ آغا حمام حبہ کدل نے بیان کیا کہ نغمہ صاحب اور شمس صاحب کے مکانات ایک دوسرے کے بالکل ساتھ تھے چنانچہ ان دونوں بزرگوں کا آپس میں ان کے والدین کی وساطت سے رشتہ بھی تھا۔ آپ نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے کہ یہ دونوں ہمعصر تھے اور جس کارخانہ میں شمس صاحب کام کرتے تھے وہاں نغمہ صاحب بھی ایک بزرگ و عمر رسیدہ صاحب دل شالبافی کا کام کرتے تھے۔

[۵] سوچھ صاحب ملیار قرہ فلی محلہ میں مدفون ہیں۔

رہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ محمد جمال الدین نے چار سال تک آپ کو اسرار و رموز الٰہی سے آگاہ کیا۔ جب آپ رسول صاحب ناکہ ڈری کی خدمت میں پہونچے اور کئی سال تک ان کی تربیت میں رہے تو آپ کا سینہ آتشکدہ بن گیا جس کے شعلے بھڑکتے ہی رہے۔ ان کے بعد شمس صاحب کمال الدین صاحب کی خدمت میں پہونچے۔ آپ اڈہ کدل (موضع واہتھور تحصیل بڈگام) میں سکونت پذیر تھے۔ آپ سلسلہ کبروی سے وابستہ تھے اور حضرت شیخ العالم نورالدین ریشی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ریاضت و عبادت الٰہی کے سلسلے میں جنگلوں میں بسر کیا تھا۔ صاحب کرامات تھے[1]۔ شمس صاحب کو آپ نے باطنی رموز کی تربیت دی لیکن شمس صاحب سیر نہ ہوئے، ایک نشہ چھا چکا تھا جو اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔ طبیعت میں اضطراب اور بے قراری پیدا ہوئی۔ ان کی قابلیت، استعداد اور تشنگی سے مرعوب ہوکر جناب کمال الدین صاحب نے آپ کو بقیہ تربیت کے لئے امرتسر کے ایک مشہور مجذوب[2] و قلندر کے پاس بھیج دیا۔ شمس صاحب کی عمر اس وقت چوبیس[۲۴] یا پچیس[۲۵] سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ ۸۵-۱۲۸۳ھ (۶۶-۱۸۶۸ء) میں امرتسر پہنچے اور مذکورہ صاحب حال مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے بدن پر ایک قمیض تھی۔ بال

---

[1] جناب کمال الدین صاحب کے بارے میں خواجہ بدرالدین صاحب نے (برادر منور شاہ دکاندار بنڈسری نگر) ساکن محلہ قرہ فلی محلہ جو شمس صاحب کے برادر طریقت تھے اور جنہیں وفات پائے تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے بیان کیا تھا کہ جناب کمال الدین صاحب اور بہت عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ فرط ریاضت کی وجہ سے انتہائی ضعیف ہو چکے تھے اور ایک انگریز سیاح آپ کو واہتھور سے چند میل دور ایک جنگل سے اپنے ساتھ واہتھور لے آیا تھا۔ اکثر و بیشتر آپ پر جذب حال طاری رہتا تھا۔

[2] آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں۔ سونہ متو صاحب نے بیان کیا کہ شمس صاحب نے اپنے اس مرشد کامل کا نام کبھی ظاہر نہ کیا البتہ ان کے کمالات روحانی کا کبھی کبھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

پریشان اور میلے، پاؤں ننگے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ امرتسر کی گلیوں میں دیوانہ وار پھرتے رہتے۔ طالبان حق کی ایک بڑی جماعت آپ کے پیچھے ہوتی۔ شمس صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی گویا وہ دولت پائی جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک شمس صاحب درجیب پر جبہ سائی کرتے رہے پھر کہیں جاکر اُن کی اُمید برآئی۔

کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد شمس صاحب سری نگر لوٹے۔ اسلام آباد میں مُسمّیٰ عزیز بٹ پشمینہ فروش کے ہاں قیام کیا۔ خواجہ عزیز بٹ صاحب کی ایک فرشتہ صفت اور حسین وجمیل دخترِ عائشہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اسلام آباد سے اپنے آبائی گھر واقع چنکرال محلہ پہنچے۔ آپ اپنی رفیقۂ حیات کو گھر پر چھوڑ کر چند مہینوں کے لئے غار نشین رہنے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ کی اہلیہ ایک نیک صفت خاتون ہونے کے علاوہ چند گھریلو دستکاریوں میں ماہر تھیں۔ جُراب اور پشمینہ سازی سے خوب واقف تھیں اور اس طرح وہ خود گھر بیٹھ کر اپنا معاش اپنے لئے مہیا کر سکتی تھیں۔ شمس صاحب چھ ماہ تک قاضی باغ میں غار نشین رہے (قاضی باغ دامودر کریوہ کے دامن میں واقع ہے اور سری نگر سے کوئی دس گیارہ میل دور ہے) موضع بڈگام کے ایک عقیدتمند مسمّیٰ غلام گورو غار نشینی کے عرصہ میں خادم کے فرائض انجام دیتے رہے۔ غار نشینی کے دوران میں ہی آپ کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی اور وادی بھر کے صوفی حلقوں میں آپ کا چرچا ہو گیا۔ مُستقل بودوباش کے لئے آپ نے خود ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو آپ کی طبیعت کے موافق تھی۔ (گلشن پورہ یا کرشی پورہ تحصیل بڈگام کا سری نگر سے تقریباً اٹھارہ میل دور شمس

صاحب کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں خدا نے عطا کیں۔ چھوٹی لڑکی کا صغر سنی میں ہی انتقال ہوا۔ بڑے فرزند کا نام عبدالغنی اور چھوٹے کا نام نورالدین تھا۔ آپ کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا۔ فاطمہ کا نکاح آپ نے اپنی زندگی میں کیا۔ شمس صاحب کے بڑے فرزند جناب عبدالغنی صاحب ایک متشرع، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور ایک پرہیزگار آدمی تھے۔ آپ ایک ہمسایہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شمس صاحب کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال کی ہو چکی تھی، انہوں نے کئی بار اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ اب یہ سُنت بھی پوری ہو جائے چنانچہ اسی عمر میں آپ کا انتقال ہوا وفات سے ایک دن قبل سر میں درد محسوس ہوا اور دوسرے دن جمعہ کی صبح کو ۶ ۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۶۰ بکرمی) کے ایام بہار میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وفات سے کچھ دیر قبل یہ اشعار زبان پر جاری تھے ؎

(مکہ اور مدینہ کے دونوں روضوں کے دروازے کھل گئے ہیں، آؤ سہیلی، محبوب کی تعریف میں گیت گاتے چلیں۔ شمس فقیر کو کوچ کا پروانہ مل چکا اور حضور سرکار کی طرف سے احکام بھی جاری ہو گئے (تعمیل احکام میں) مال، جان اور تن چھوڑ کر جا رہا ہے۔ آؤ سہیلی! محبوب کی تعریف میں گیت گاتے ہیں)

شمس صاحب اپنے مکان کے صحن کے بالائی حصہ میں مدفون ہیں۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ چیچک کے ہلکے داغ بھی چہرے پر تھے جو نُمایاں نہ تھے۔ بہار میں لمبا کشمیری پھرن اور جاڑے میں کشمیری پٹو سے بنا ہوا پھرن (جسے کشمیری میں "مُنڈل"

کہتے ہیں) پہنتے تھے۔ کھلا پاجامہ جو ٹخنوں سے اوپر رہتا تھا اور سر پہ ایک بڑی پگڑی۔ پاؤں میں بھی کشمیری چپل یا جوتا ہوتا، ہر قسم کی آرائش سے بے نیاز تھے اگر چپل یا جوتا ناقابل استعمال ہو جاتا تو گھاس کا بنا ہوا چپل (جسے کشمیری میں "پُلہ ہور" کہتے ہیں) پہنتے۔ فقر آپ کا شعار تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ[1] پر نازاں کیوں نہ ہو جاؤں اس لئے کہ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ[2] (حدیث نبویؐ) اس پر گواہ ہے۔ فقر پر فخر کرنے والا ہی بلند مقامات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اور میں بھی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں۔ سُن لو فقیر کی تعریف کیا ہے۔ فقیر کو حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ نے فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے اور میں بھی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں)

شمس صاحب کے مُریدوں اور خلیفوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ آج بھی آپ کے عقیدتمندوں کی ایک بڑی تعداد وادی کے مختلف علاقوں میں موجود ہے۔ آپ زیادہ تر سری نگر میں ہی قیام فرماتے تھے لیکن دوسرے علاقوں میں بھی کچھ وقت گُزارتے تھے۔ بڈگام تحصیل میں آپ حیدرپورہ گاؤں میں احمد ٹھ[illegible] کے یہاں ٹھہرتے۔

شمس صاحب کے کلام کا بیشتر حصہ نایاب ہے۔ آپ کے کلام کو دو حصّوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جلد اوّل میں اٹھائیس غزلیں اور جلد دوم میں بتیس غزلیں ہیں۔ ان دونوں جلدوں کے اشعار کی کُل تعداد ۱۰۸۲ ہے۔ شمس صاحب کا بیشتر

---

[1] مجھے فقر اختیار کرنے کا فخر حاصل ہے۔ (حدیث نبویؐ)
[2] میں سراپا فقیر ہوں۔ (حدیث نبویؐ)

کلام اہل ذوق حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔ موضع کرشی پورہ میں اسد میر نامی ایک صاحبِ ذوق بزرگ نے شمس صاحب کا بیشتر کلام از بر کر لیا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ نادرُالوجود ہستی دو سال ہوئے سپردِ خاک ہو چکی ہے۔ سونہ بٹو صاحب کے بیان کے مطابق شمس صاحب کا کلام اُن کی زندگی میں دو بیاضوں (قلمی) میں مُرتّب ہو چکا تھا۔ ایک بیاض میں اُن کی سنسکرت آمیز غزلیں تھیں دوسری میں کشمیری غزلیں۔ یہ دونوں بیاض شمس صاحب کی وفات کے بعد بھی ان کے گھر کرشی پورہ میں موجود تھیں۔ ان دونوں بیاض کی ایک نقل جناب احمد ڈار صاحب کے پاس بھی موجود تھی۔ شمس صاحب کی وفات کے بعد کسی صاحبِ ذوق برہمن نے سنسکرت آمیز غزلیات کی بیاض ڈھائی سو روپے میں خرید لی اور بارہ مولہ علاقہ کے کسی ذیلدار صاحب نے کشمیری غزلوں کی بیاض پانچ سو روپے میں خریدی۔ احمد ڈار کے پاس جو نقل موجود تھی اُس کا کچھ پتہ نہیں [1]

شمس صاحب کے ہمعصر صوفی شعراء میں وہاب کھار، احمد بٹواری، واژہ محمود اور محمود سراج کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ وہاب کھار شمس صاحب سے کئی بار ملے ہیں۔ [illegible] ہیں کہ ایک دفعہ وہاب کھار نے اپنی ایک غزل اُنہیں سُنائی جس کا مطلع تھا [2]

---

[1] جناب احمد ڈار صاحب کے خلیفہ جناب غلام محمد بٹ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نسخہ ڈار صاحب مرحوم کے علاقہ کنڈلس میں رہنے والے کسی صاحب نے ڈار صاحب سے عاریتاً لے لیا تھا جو کبھی واپس نہ ملا۔ بٹ صاحب کو یقین ہے کہ یہ بیش قیمت نسخہ شاہ آباد ڈورو میں کسی صاحب کے پاس موجود ہے۔

[2] محمود وانی آری گام نے جو صوفی حلقوں میں جا کر گاتا تھا بیان کیا کہ وہاب کھار اور شمس صاحب اکثر ملتے رہتے۔ اور اوّل الذکر کرشی پورہ جا کر اُن سے کئی بار ملے۔ آری گام میں بھی ان دونوں حضرات کی مُلاقات ہوئی تھی۔

شمس فقیر

رنگہ زرورے سستھ ڈرانگی شوبان قولہ ساریواز دلو میہمان

(رنگین شمعدان پر سات چراغ جھلملا رہے ہیں۔ اے محبوب! آج تو مہمان بن کر آ)

آپ نے فرمایا "بھائی رنگین شمعدان کوئی اچھی چیز نہیں۔ رنگ اُتر جایا کرتا ہے۔ یوں کہتے تو زیادہ اچھا رہتا"۔ "لولہ زورے ستھ ڈرانگی شوبان"

(عشق کے شمعدان پر سات چراغ جھلملا رہے ہیں)

تبصرہ

شمس صاحب کا کلام عرفان الٰہی کے اسرار و رموز کا آئینہ دار ہے آپ نے ایک ایسے مقام پر رسائی پائی تھی جہاں عقل انسانی کا گزر ممکن نہیں کیونکہ مقام عشق مقام عقل سے مختلف ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(تمام نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرو اور کشف و کرامات کو چھپاؤ۔ اس طرح تم بادشاہ بن کر قابل آدمی بن جاؤ گے۔ اے محبوب! میں تمہیں دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں)

آپ پاکیزگیٔ قلب کے لئے نفس کُشی کو ایک اہم اور بُنیادی چیز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

(نفس کی لاکھوں خواہشیں ہیں، ان کو کچل ڈال اور دم بدم خبردار رہ)

اسی طرح آپ ریاضت و مجاہدہ نفس کی سختی کو اختیار کئے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

(خود اپنا خونِ جگر پینے سے مجھ پر اسرارِ الٰہی عیاں ہو سکتے ہیں۔ دروازے بند کر کے سارا بدن پسینہ میں شرابور ہے۔ محبوب کس قدر لاپرواہ ہے)

تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس کے حاصل ہو جانے کے بعد شمس صاحب کے سامنے طریقت کی شاہراہ روشن ہو جاتی ہے اور وہ اس حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کی منزل تو خود احساس و وجود کی منزل ہے صرف ذوق و وجدان کے تحت ہی اس راستہ میں سفر ممکن ہے۔ کہتے ہیں:-

(۱) (میں نے تفکّر کا رشتہ (دھاگا) قائم کیا تھا لیکن میری ہزاروں اذکار رائیگاں ہو گئیں۔ تب سے میں حیرت کے سمندر میں پڑا ہوا ہوں)

(۲) (ترکِ وجود کی منزل میں ذکر و اذکار مٹ گئے۔ ہر لمحہ خبردار رہا کرو)

(۳) (اے زاہد اگر تو رات دن مالا پھیرتا رہتا ہے تو یہ سب بیکار ہے۔ مالا پھیرنے میں مصروف رہ کر تو تم موتی گنوا دیتے ہو اور نقلی موتیوں کی حفاظت کرتے ہو، گھنگرو کھول کر نغمہ کہاں؟)

اس منزل میں داخل ہو کر عاشق کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ وہ سختیاں برداشت کرتا ہے، مصائب جھیلتا ہے۔ نفسِ امّارہ کی کشمکش میں مُبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ذوق و وجدان کی روشنی میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ ان سختیوں کی شدت ملاحظہ ہو:-

(۱) (میرے جگر کا ہر ٹکڑا کباب ہو گیا اور میں حیران و پریشان ہو کر پا بر کاب ہوں، میں خود اپنے کا خون شراب کی نیت سے پیتا رہا اور حیران و پریشان ہو کر پا بر کاب ہوں)

(۲) موتی کے ایک دانے میں جھیل ڈل اور اخروٹ میں جھیل ولر سما نے چاہئیں تب کہیں ذاتِ لانہایت دل میں سما سکتی ہے۔ ایک لئے ان سختیوں کو جھیلنے کے بعد ہی خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

(۳) ظلمت و تاریکی میں ہی سنگ خارا توڑنے، اژدہا کے منہ سے ہیرا نکالنے چراغ میں خود اپنا خون تیل کی مانند جلانے اور خود اپنے ہی تن بدن کا گوشت کھانے سے ایک رِندِ خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

لیکن ان صبر آزما منزلوں پر سالک کے لیئے مرشدِ طریقت کی رہبری ہی روشنی کا مینار ثابت ہوتی ہے اور ظلمت تاریکی کے یہ مقامات صرف مرشدِ طریقت کے دامن کو پکڑ کر اس کے پیچھے چلنے سے ہی عبور کیئے جا سکتے ہیں۔ مرشدِ طریقت کی رہنمائی کے بغیر سالک کی یہ "تاریکیاں" چھٹ نہیں سکتیں۔ فرماتے ہیں:-

(۱) (دریائے محیط کا شور تو سنتے ہو لیکن راستے کی واقفیت کے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے۔ رہبر کے ساتھ ساتھ چل۔ اُس ذاتِ حق کی منزل تو اس دریا کے پرے ہے)

(۲) اسرارِ الٰہی سے واقف مرشدِ طریقت نے مجھے خدا تعالیٰ کے اسرار سے واقف کر کے نورِ جمالِ الٰہی دکھایا اور میں ہر جگہ دیدارِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہا ہوں)

(۳) ایک رند خود اپنے نفسانی خواہشات کی دیواریں توڑ کر مردوں کو زندہ کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی مرد (رہبر) کے قدموں پر سر جھکائے)

(۴) (ترکِ وجود کی منزل کو عبور کرنے سے سالک کے قلب پر تجلیٔ ذات کا پرتو پڑ جاتا ہے)

(۵) ذات و صفاتِ الٰہی ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور خاص الخاص ذات ہر جگہ عیاں ہے۔ غور سے دیکھو تو وہ ذات ہر ذرہ میں آشکار ہے)

شمس صاحب کے نزدیک غافل کی نفسانی خواہشات ایک دیوار بن کر اسے اندھا بنا دیتی ہیں اور جب تک نفسِ شوم کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے تصفیہ قلب کی تحصیل نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں:-

(اندھے کو عرفان کی اُمید کہاں، اسے نہ تو سورج کی پہچان ہے اور نہ چاند کی۔ گونگے، بہرے اور بے سامان لوگ کس کام کے، وہاں تو جمال ذات کا مشاہدہ کرنے کے لئے باطنی آنکھیں چاہئیں)

شمس صاحب یقین اور اُمید کے ساتھ آگے بڑھ کر جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ محض تصفیہ باطن اور صفائی قلب کی وجہ سے پرتو نور کے مشاہدہ پر قانع نہیں رہتے بلکہ ذات الٰہی کے قریب جا کر بے پردہ مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ ترکِ احساس وجود کو بھی ترک کرتے ہیں یعنی احساس وجود کو فنا کر کے اس بات کا بھی خیال نہیں کہ احساس وجود فنا ہو چکا ہے۔ چنانچہ شمس صاحب ذات کا اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کی (باطنی) آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور جس طرح آفتاب کو دیکھنے سے ہماری آنکھوں کے سامنے کچھ دیر کے لئے تاریکی چھا جاتی ہے اسی طرح جمال ذات کا قریب سے مشاہدہ شمس صاحب کے سامنے تاریکی پھیلا دیتا ہے اور دراصل یہ سیاہی اور تاریکی نور ذات کی شدت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:-

{تاریکی میں ہی آب حیات کا چشمہ پایا اور سیاہ نور دراصل نور ذات ہے۔ اسی کو "سوادُ الوجہ" کہتے ہیں۔ اے محبوب! مجھے اپنا جمال دکھا}

محمود شبستری

ساتویں صدی ہجری کے مشہور عارف محمود شبستری بھی فرماتے ہیں:-

سیاہی گر بدانی نور ذاتست ① بتاریکی درون آب حیاتست

چو مبصر با بصر نزدیک گردد ② بصر ز ادراک او تاریک گردد

یعنی جب کوئی چیز ہماری نظر کے سامنے ہوتی ہے تو شدّت قربت سے آنکھوں میں سیاہی آجاتی ہے اگر تو سمجھے تو یہی سیاہی نور ذات ہے۔ اور اسی تاریکی میں آبِ حیات کا چشمہ موجود ہے۔

شمس صاحب تجلّیٔ ذات میں مٹ جانا چاہتے ہیں لیکن تماشائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ "خود تجلّی" بن کر تجلّی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ شمس صاحب کا یہ احساس انہیں کئی دیگر صوفی اور صاحبِ دل شعراء سے ممیّز کرتا ہے۔ شمس صاحب کی شاعری کی عظمت میں پوشیدہ ہے۔ وہ شہود {مشاہدۂ نور ذات} کے احساس سے نہیں بلکہ نظروں کو قدم بنا کر اور سر کو پاؤں بنا کر بے خودی کے عالم میں فرطِ عشق میں بے اختیار ہو کر ایک غیبی کشش کی وساطت سے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ فنا الفنا کے مرحلہ میں داخل ہو کر شمس صاحب "اپنی ذات" کو مٹا کر جمال ذاتِ الٰہی میں کھو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں:-

{محبوب نے کہا طریا[۱]، سوشف[۲]، سیتن[۳] اور نا گرتی[۴] سے پہچان پیدا کر و اے شمس فقیر! اب یہی غم کھا}

---

۱ طریا۔ عالم لاہوت جو کہ عالمِ ذات ہے۔ ۲ سوشف۔ عالمِ جبروت جو کہ عالم خواب ہے لیکن با آرام۔ ۳ عالمِ سکوت (عالمِ خواب)
۴ جاگرت۔ عالم ناسوت (عالمِ بیداری)

{اے عاشق! برزخ سے شناخت پیدا کر کیونکہ زاہد اس سے بے خبر ہے
عارفوں کا مقام تو جبروت ہے۔ کام دیو محبوب تو لباس میں نمایاں ہے}

{رند فنا ہونے کا پیغام لائے ہیں اور خود فنا ہو کر دنیا میں زندہ ہیں۔
اور لاہوت کے مقام پر وصلِ یار سے متصل ہوئے}

مقامِ محمود پر پہنچ کر بھی خود اپنی ہی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

{مقامِ محمود پر پہنچکر خود اپنی ذات کا سجدہ کر کے بود و نابود کا تماشا کر حق
کے ساتھ جس کا وصل ہو چکا اس کا ثمرہ لاہوت ہے}

وہ زندہ مر جانے کو بقا کا دیباچہ سمجھتے ہیں۔

شمس فقیرن ووں فقیر، کیا زانہ ڈیو باوت سینیر
زندہ سیتھ مرتھ کنف شراب - مشاہدہ

{شمس فقیر علانیہ کہتا ہے کہ وہی آدمی دریائے عشق کی گہرائیوں میں اتر
سکتا ہے جو زندہ مر جائے۔ جسم کو مٹی سمجھ کر اسے فنا کر دے}

{زندہ ہی مر جانا چاہیئے پھر اے رند! ذاتِ واحد کی شناخت ہو سکتی ہے}

شمس صاحب کا کلام تصوف سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا سینہ عشقِ الٰہی کی وجہ سے آتش کدہ بن چکا تھا۔ آپ کی شاعرانہ زبان میں غضب کا زور اور جوش ہے حسنِ محبوب کے بیان میں جذبات نگاری اور واقعہ نگاری ہے۔ سادگی اور روانی چند مخصوص غزلوں میں بہت زیادہ ہے۔ الفاظ کی در و نسبت میں جہاں کہیں اظہار بیان میں مشکل پیش آتی ہے وہاں اکثر و بیشتر فارسی اور سنسکرت الفاظ استعمال کرتے ہیں اور خوبی بیان کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ بعض اشعار میں تو خالص کشمیری الفاظ میں تصوف کا بیان ہے۔ زبان کی فصاحت میں فارسی الفاظ سے بہت کام لیا ہے اور سنسکرت و ہندی الفاظ چند اشعار میں اس طرح سموئے ہیں جس طرح نگینوں میں موتی۔

غزل

دِمہ دمہ ہر دمہ کَل چھم چاٹی دمہ سیتے پاڑہ گیُم جنیسی

(۱)

دم ییلہ رِتم دمدا سپڈس دمہ سیتے اَنجھر آہم لال

خوبانہ اندرے شبانہ ووئم ذکرِ زبان کرَبسی

(۲)

ثونہ دِ دھطرفن گرہ دِڑہ پھیر کعیس شیشوئی حرفِ حال

ذکرِ یک ضربہ نِشہ فکرہ چھونہ بیٹھان ذکرِ دو ضربہ رسی

(۳)

ذکرِ سہ ضربہ سیتے صیقل چھو سپدان ذکرِ چار ضربہ پُر کمال

ذکرِ انفاس نِشہ مَن میہ شاد گوم ذکرِ حبسِ نفس چھوے لیسی

(۴)

ذکرِ فرضِ دائم قائم سپدم دِ زنتھ پیم سارِی خیال

ذکرِ جمازہ نِشہ سجادہ کورمس مجازہ لُرمس دوہ سی

(۵)

ذکرِ خفی، نفی سپدم شش جہت گئیم پامال

غزل

دمبدم مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔ دم ہی کی بدولت مجھ میں حبس پیدا ہوئے

(۱)
جب میں دم پر قابض ہوا تو میں نے ہیرے پا لئے ٭
رات محبوب نے مجھے کہا کہ زبان کی ذکر کو ترک کر ٭

(۲)
اور چھ کے چھ حروف پر عمل کر کے اپنے ہی کعبہ کے ارد گرد طواف کر ٭
ذکر دو ضرب کی مٹھاس کی بدولت ذکر یک ضرب تفکر میں عمق پیدا کرتی ہے ٭

(۳)
ذکر سہ ضرب کی بدولت جلا پیدا ہوتی ہے اور ذکر چار ضرب تو با کمال ضرب ہے ٭
ذکر انفاس کی بدولت میرے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ حبس نفس نے تو مجھے نچوڑ ڈالا

(۴)
اور جب میں نے ذکر فرض دائم کو اختیار کیا تو سارے خیالات جل کر خاکستر ہو گئے
ذکر حجاز کو اختیار کر کے میں سجدے میں گر پڑا اور ذکر مجاز کی بدولت میں نے دوئی کی

(۵)
دیواریں گرا دیں اور ذکر خفی سے ہر چیز کی نفی ہو گئی اور میں چھ اطراف پر قابض ہو گیا

شمس فقیر

ذکرِ ہشندر بندو نشہ شہیر پادہ گیم ذکرِ جہر گسی

(٦) ذکرِ سِر تالہ نشہ سِر تلہ سون گوم دون عالمن تجم ژہال

ذکرِ اِرہ نشہ برہشر لہ نبر آم ماینکلہ گوم ٹھس ٹھسی

(٧) الفنہ ببتن قُفُف ہشرلہ نبہ آم زُلفس مشروچھم خال

ذکرِ اذکارہ نشہ اسرارہ نیرِہ ہم تن من کن نھاوِ ہسی

(٨) گیرِدِ تہ تتہ شتاپہ شیر چھی آسان نیرِ چھینہ وادمان شال

ذکرِ سِر تیغ نشہ ہرہ ہرہ ژوٗلم کرِ تجہ مار نم دِسی

(٩) ذکرِ سِر تن تیتہ درپن سپدم ہرہ چھم ناٹلی نال

ذکرِ ہشدارس عشقہ درباس درشن وارہ تل چھو ہسی

(١٠) درشن رالو بابِہ وولہس واین چھہ ذکرِ انتقال

فکر تہ ذکرِ دل وسوسہ ژوٗلم تار لوگم دری یاوسی

(١١) ذکرِ نظر گذرِ سپدم ادہ وُچھم بے زوال۔

عقل پکن تہ شکل ترٲوِم راوِس تتہ عالمسی

(١٢) شمس فقیر جمع سپدِ تھ لچھہ یدس وانسہ اکھ مثال

ذکر جہر کے رگڑ کی وجہ سے ذکر ہفت دربند نے مجھ میں شہپر پیدا کئے۔

(۶)

ذکر ہر تال کی بدولت نانبا کندن بن گیا اور میں دو عالم کو طے کر گیا

ذکر اڑہ کی بدولت مجھ پر تمام دروازے کھل گئے اور گنبدوں کے ہلنے کی آواز سنائی دی

(۷)

محبت سے تمام قفل کھل گئے اور میں نے زلف میں خال کا مشاہدہ کیا*

ذکر اذکار کے نتیجے میں میں نے اسرارِ الٰہی دل و جان کے کانوں سے سنے

(۸)

یہ تو شیروں کا مقام ہے جہاں گیدڑ پہونچ نہیں سکتے*

ذکر سر تیغ کی بدولت موت کا خوف جاتا رہا اور محبوب نے مجھ پر تیروں کی بوچھاڑ کی

(۹)

ذکر ہر تن کو اختیار کر کے میرا قلب آئینہ کی مانند بن گیا اور محبوب مجھ میں جلوہ گر ہوا

ذکر ہندار کی بدولت میں نے عشق کے دربار میں رسائی پائی

(۱۰)

اور مشاہدۂ جمال کے ہجوم سے ذکر انتقال اختیار کیا*

فکر اور ذکر دل سے میری گھبراہٹ دور ہو گئی اور میں دریا کو عبور کر گیا

(۱۱)

اب جو ذکر نظر سے گذرا ہوا تو اُس ذات بے زوال کو عیاں دیکھا*

شکل و صورت اور عقل و رفتار کو ترک کر کے میں اُس دنیا میں گم ہوا

(۱۲)

شمس فقیر نے مقام جمع پر پہنچکر دیکھا کہ لاکھوں برس کی عبادت محض ایک منزل ہے*

غزل

(١) فرض دائم کرُن سے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(٢) ئیُن تہ گژھُن ہو موشرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(٣) پُرو سبق لبکھ نفع — شیر سپدکھ اہلِ صفا

(۴) اَدہ دیپے آچھ گاشرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(۵) اَتھ نو کتھ سپتھ دونو قائم — کیاہ چھُہ فرض تہ کیاہ گو دائم

(٦) معنہ کیاہ زانِہ بے خبرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(٧) رحم کرہ وون چھُہ پانے رحیم — اَتھ ہو کرِ فرض دائم

(٨) اللہ ہو چھُوی اَکی وَدے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(٩) زیو نبس متہ چھُوی مُدا — سیر پنہاں لبک نہ جُدا

(١٠) اِی چھُہ بیرون تِی اندرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(١١) یَس اوِرے گرِی نِدا — اول آخر شوی چھُوی نبیا

(١٢) اَتھ مینا ہیتھ ساغرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

(١٣) بوز دریا مُحیک شور — بے پئے نہ ترکھ اپور

(١۴) سیتھ سیتھن ہیتھ راہبرے — تمہ گژھِ ہت چھُہ تہند گھرے

غزل

(۱) اے آدمی! ذکر اللہ کی پہچان پیدا کر۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۲) اس ذکر کی آمد و رفت کے تسلسل کو نہ بھول۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۳) اس سبق کو پڑھ اس میں یہ فائدہ ہے کہ تم اہلِ دل میں شمار کیے جاؤ گے۔

(۴) اور تم صاحب بصر کہلاؤ گے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۵) اس نکتہ کو سمجھ کہ فرض کسے کہتے ہیں اور دائم کس چیز کا نام ہے

(۶) نادان اس بات کو کیا جانتا ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۷) وہ ذاتِ رحیم ہے پس تو فرض دائم پر قائم رہ۔

(۸) "اللہ ھُو" کا تانا بانا ہی سب کچھ ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۹) تمہارا مقصود زیر و بم ہے اور وہ اس سے جدا نہیں۔

(۱۰) ظاہر و باطن میں کوئی تفاوت نہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۱) وہی آدمی بنتا ہے جیسے وہ ادھر ہی سے پکارے۔

(۱۲) اسی کی طرف جام و مینا ڈھلائے جاتے ہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۳) دریائے محیط کا شور شن مگر راستہ جانے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے ہو۔

(۱۴) جا اور کسی راہبر کا دامن تھام۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

۱۵ کیاہ چھو حیات کیاہ چھوی ممات
کتھ چیزیں ناؤ کرہ بو ذات

۱۶ چھس نہ جسم نہ جوہرے
تمہ گزشت چھو تہند گھرے

۱۷ تراو وجود و شہود پتھر
یسرہ گزھی تہند کینبر

۱۸ شمس فقیرہ دم کھاورے
تمہ گزشت چھہ تہند گھرے

غزل

لا الٰہ الا اللہ یسرہ زہی کر تن نفی اثبات تے

۱ رے کر کھے زلی دِل آئینس سپد کھ بینادار

دنار زالتن شریعت پالتن شرارت تراوزکھ عدے

۲ حق شناس سپد کھ شک ترے او یہ ونتھ یکھ باوہ نے سرِ اسرار

علم الیقین نشہ کلمہ تحقیق گوم وعدہ بیوم یاد تتھہ شیئے

۳ الست بربکم توہ دو پنم قالو بلیٰ یقرار

فنا فی الشیخ نشہ گو ناہ موسی پیم شادوم حمد بے

۴ منع سپدم سر فاش کرنس پیری چھو مالک کار

مقامِ ناسوت یاقوت لوتم رچھ کر موچھ منز ایے

۵ لچھہ ناوہ صاحبو گچھ گٹہ وہ تھرے یاوتم نورِ انوار

(۱۵) حیات اور ممات کی تعریف کیا کی جائے اور کس چیز کو ذات کہکر پکارا جائے

(۱۶) اُس کا نہ تو جسم ہے اور نہ ہی روح۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۷) وجُود اور شہُود ترک کر تب کہیں تم اس کی وحدانیت تک رسائی پاؤ گے۔

(۱۸) اے حبس نفس کرنے والے وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

غزل

(۱) اے آدمی! لاالٰہ کی نفی اور الّا اللّٰہ کے اثبات کی پہچان کر۔
اس کو اپنا تاکہ تمہارے آئینۂ قلب سے زنگ دُور ہو جائے۔

(۲) زنّار جلا کر شریعت پر کاربند رہ اور نفرت و دوئی دل سے نکال
شکوک و شبہات کو چھوڑ کر حق شناس بن تمہیں اسرارِ الٰہی تک رسائی ہو گی

(۳) علم الیقین کی منزل پر پہنچ کر مجھے کلمے کی حقیقت معلوم ہو گئی
اُدھر سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز آئی اور اِدھر سے قالوا بلیٰ کا اقرار ہُوا

(۴) فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچکر میرے سارے گناہ دُھل گئے اور میں حمد و ثنا میں مصروف ہُوا
اسرارِ الٰہی کو فاش کرنے سے مجھے منع کیا گیا مُرشد طریقت تو حقیقی مالک ہے

(۵) ناسوت کے مقام پر پہنچکر میں نے وہ یاقوت پایا جو حفاظت کرنے سے ہاتھ میں رہ سکتا ہے
اے لاکھوں نام والے محبوب! آ کہ میں نے تیرے لئے مسند بچھائی ہے۔

ترکِ دُنیا کر دُنیا دارو دُنیا دگیر چھُوہ لئے

(٦)

طمع چھُوی سماہ سوہ شیر تھ کر جمع اکھ دماہ گنڈتس نار

طریقت اَنِشہ زوہ دکھ ہر چیُوم بر تل ہر تژ ووے

(٧)

فرض مونم قائم زونم دائمس کیاہ چھُوی شمار

علم الیقین نِشہ نین بٹر زاوِم غین غفلت وُسی پیٚیے

(٨)

بِٹرے کاٹسہ تہ پڑھ ہیتو واتی ڈیٚشرہ سے منگین دیار

فنافی الرسُول نِشہ تنا سوہ خنتہ پیٚوم آنا ونم بیے

(٩)

فنا قدموکُن دوٚ پہم ہیکُن گژھ شُوی بار۔

مقامِ ملکوت ملک ڈیٹھم مُعلق در آرزوٚ گیے

(١٠)

عمل مینہ کو سُم تہ شُوی نتہ اُو شُم پانس نِش رِتی گار

ترکِ عُقبیٰ اُیس گرہ ابتدا فردا شُوی خاصیے

(١١)

پردہ اکھ چھُوی شمس فقیرہ انتہا حرداہ بوزِہ اشارہ

اے دُنیا پرست! دُنیاوی خواہشات کو ترک کر۔ یہ بڑی سُست بُنیا ہے

(۶)

نفسانی خواہشات سے واویلا کے بغیر اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اِن پر لات مار

طریقت کی منزل پر پہنچکر میں نے معرفت کا دودھ پیا اور معبود حقیقی کی چوکھٹ پر سر رکھدیا

(۷)

میں ذکرِ حق پر قائم رہا لیکن ذکرِ ہُو تو اُس سے بھی لا انتہا ہے۔

عین الیقین کے مقام پر پہنچکر میری آنکھیں چمک اُٹھیں اور غفلت کی غین گر پڑی

(۸)

ذاتِ حق چاہے تو سالک کو یقین کے سہارے اس منزل پر پہنچا دے گی

فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچکر میرا وجود خاکستر ہوگیا اور مجھے "ادا" کا خوف لاحق ہونے لگا

(۹)

مجھے فنا سے آگے بڑھنے کو کہا گیا۔ اس بوجھ کو برداشت کرنا بڑی بات ہے

مقامِ ملکوت پر پہنچکر میں نے فرشتوں کو معلّق دیکھا جو دیدارِ الٰہی کی آرزو میں منتظر تھے

(۱۰)

حجابوں کو دُور کیا تو وہاں بھی وہی ذاتِ حق پائی اپنے من میں یہ حقیقت دیکھ لے

جو ترکِ عُقبیٰ سے اپنا سفر شروع کرے کل وہی خاصوں میں شمار ہوگا۔

(۱۱)

اے شمس فقیر! انتہا کی منزل بھی ایک پردہ ہے۔ صاحبدل ہی اس اشارے کو پا سکتا ہے

غزل

١. روزٕ نہٕ گنڈِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی میٚنہٕ بوزم — روزٕ نہٕ مٔشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

٢. روز شہس پیٚتھ چھےٚ پننی گوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

٣. ہا زاہدو کیاّ چھُکھ زٕہ کران — رات دوہ گوے تسبیح پھران

٤. سوختہ راوِی فوطس رچھِت زوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

٥. چنگ و رباب زنگلہ چھُہ وزان — اَندرٕ گریزان نیبرٕ چھِ بوزان

٦. تتہِ پُرمن تہٕ کرُن وسی پیوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

٧. اَژو اندر ہاہس پترٕ ہُو ہس — ناوٕ مُشن چھُکھ حضرت نوحسؑ

٨. عالمِ آب رُوحن تہٕ ڈیشام — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

٩. آفتاب بے مقدارٕ تلے — شک تہٕ شُبہٕ روُدم نہٕ گُلے

١٠. لانہایت ظہور چھاوِ لوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

١١. ہیرٕ بُنہٕ ینہٕ میٚنہٕ گوٚ رُم لا — ہیچ ہیچس مُشن چھُوی اِلاّ اللہ

١٢. کینہہ نہٕ کیاّ نام راوُن تہٕ راوُوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

١٣. ذرّٕ ذرّاتہٕ کُن چھُوی نیبلِتھ — گِڈٕ گاشس سیتۍ چھُوی میلِتھ

١٤. زُونہِ گندان خوُنِ جگر چیوم — روزٕ نہٕ مُشرِتھ شرٕوٕنی شرٕوٕنی کوٚت گوم

غزل

(۱) گھنگرو باندھ کے تو میں اُنکی آواز سُنتا تھا لیکن گھنگرو کھول کے وہ آواز کہاں گئی؟

(۲) سانس کی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ مصروف رہ۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی

(۳) اے زاہد! آخر یہ دن رات کی مالا جپنے سے کیا حاصل؟

(۴) اصلی موتیوں کو گنوا کر تم نقلی موتیوں کے پیچھے پڑے ہو۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۵) چنگ و رباب کی بلند آواز اندر سے باہر بھی سُنی جاتی ہے۔

(۶) لیکن وہاں میری یہ ساری ریاضت و عمل رائیگاں ہو گئی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۷) اپنی سانس کی اُتار چڑھاؤ کو سمجھ تاکہ خُود کو حضرت نوحؑ کی کشتی میں پائے

(۸) میری روح نے عالمِ آب کو دیکھا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۹) اُس آفتاب بیکراں کے قریب پہنچکر میرے تمام شکوک و شبہات دُور ہوگئے

(۱۰) میں نے لانہایہ کی منزل میں جلالِ ذات کا مشاہدہ کیا گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۱) جب ہر پست و بلند کی میں نے نفی کی تو اس نفی میں بھی اثباتِ ذاتِ حق تھا۔

(۱۲) مجھے تو نا حق کوئی شئے گم ہوتے لگی تھی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۳) وہ ہر ایک ذرّے میں ہویدا ہے: تاریکی روشنی سے بغلگیر ہے۔

(۱۴) چاندنی میں کھیل کود کے لئے مجھے خونِ جگر پینا پڑا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(۱۵) تۆر ووٚتھی نہٕ دَم بہٕ عدم بیٚت — تَتہٕ گرٚتہٕ تے شمارس گیہٕ لت

(۱۶) شمس فقیرن معرفت چیوٚم — ۹۹ نہٕ مشرٕ رٕتھ شرفہٕ نی شرفہٕ نی کوٚت گوم

غزل

(۱) کس ونہٕ میہٕ چیوٚ عشقُن شراب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۲) گوشہٕ جگرٕ سوخت نقشِ آب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۳) بارِ امانت بارٕ ہیٚتُم — چھا تکرار اقرار دِ تُم

(۴) بند گوس تےٚ تَنے چھس در قلاب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۵) کیٚنشرن پیٚمُت عشقنی تبر — کینہہ وعظ خان چھی بے خبر

(۶) پیٚرن کھست پری پری کتاب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۷) اوٚن کیاہ زانی زگ نہٕ پروان — انَس کتیو آسن پیٚن

(۸) نیکے تھیکان میٚرٕ نہٕ وچھ نواب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۹) ژرٚس نتی پاٹھی چھوی نہٕ کالہٕ — گٕس چھلس کم گفتار

(۱۰) زرِس مرِس نو چھوی حساب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۱۱) مَن کانَ هٰذہٖ چھوی گواہ — مازاغ البصر وما طغیٰ

(۱۲) انَس نہٕ دیدار ڈیٚشرِ خواب — مستانہٕ مس گوس در خراب

(۱۵) بارگاہِ قربِ الٰہی میں دَم یا عدم کی گنجائش کہاں؟ وہاں اذکار کا شکار تک بے معنی ہے
(۱۶) اسجگہ پہنچکر شمس فقیر نے معرفت کا جام پیا اور بس۔ گھنگروں کی آواز کہاں گئی؟

غزل

(۱) کسے سناؤں کہ میں عشق کی شراب پی کر مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں۔
(۲) اس پانی نے تو میرے دل و جگر میں آگ لگادی۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں
(۳) میں نے امانت کا بوجھ اٹھایا وہاں تکرار کی کیا گنجائش ہوسکتی تھی؟
(۴) تب ہی سے زنجیر میں جھکڑا پڑا ہوں۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں۔
(۵) کچھ لوگ تو تیغ عشق کی ضرب سہہ رہے ہیں۔ اور کچھ نادان واعظ
(۶) منبروں پر کتابیں پڑھتے جاتے ہیں۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں
(۷) اندھے کو نور و ظلمت کی پہچان کہاں؟ اُس کی تو روشنی ہی نہیں۔
(۸) ناحق کہہ رہا ہے کہ میں نے جمال الٰہی دیکھا۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں
(۹) اپاہج کام کیا کرے؟ گونگا گفتگو کیسے کرے؟
(۱۰) بے حسّ جسم سے حساب کیا؟۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں
(۱۱) "مَن کانَ ھٰذِہٖ" اور "مَازَاغَ البَصَرُ" گواہ ہے کہ
(۱۲) اندھے کو دیدار الٰہی میسّر نہیں ہوسکتا۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۱۳ گُندُم نماچھُوی جَو فروش — موٗت گوٗہ شُوی لیٚنہٕ آسہِ ہوش؟
۱۴ نارِہ گوس بارِ چھُوم لہو ولعب — مستانہ مس گوس در خراب
۱۵ شمسؔ فقیرن وٚڈن نیٚر — کُس زانہٕ ڈٔری یاوُک سنیٚر
۱۶ مَرزنِدہ یَرِہ کرِ کُنٹُ ترٛاب — مستانہ مس گوس در خراب

غزل

۱ ذاتس صفاتس چھے رٕلہِ وَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن
۲ ڈٔی رِیو ہر ذرّہ ما چھُس تہیٚن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن
۳ شَرِ پاش تُتَرِ پتھ ششکل وَزان — انشارِہ تمکُوی چھُہ ہشیارَن
۴ وَعلہِ ہی دِیو تمہ بادِہ فروشَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن
۵ ژندن زاٰلتھ پاکہِ وِیوٗم سون — کہو چہ کھور تمہ ووستادن
۶ ہوٗم بازِرہ رٕووم ظعون — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن
۷ اُمی عشقہٕ نارَن زوٗلُم بدان — یرِہ توِ آفتاب پیٚو چشمَن
۸ مَرتھ مرتبہٕ زندگی رِندن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن
۹ دٔری یاوُس چھے جوٚیہِ نیرن — دٔری یاو قطرس منٛز چھُوی اِرَن
۱۰ تمہِ چی خبر کینہہ چھِنہٕ عامَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

(۱۳) کیا بیخود کو دیوانہ کہیں؟ وہ تو گندم نما جَو فروش کہلائیگا۔

(۱۴) میں دُنیا سے بھی وابستہ ہوں اور میں تو مئے خانے میں بے ہوش پڑا ہوں

(۱۵) شمس فقیر صاف طور پر کہتا ہے کہ دریائے معرفت کی گہرائیوں میں اُترنا کون جانتا ہے

(۱۶) زندہ ہو کر مرنے کی پہچان پیدا کر، میں تو مئے خانے میں بے ہوش پڑا ہوں

غزل

(۱) ذات اور صفات آپس میں ملے ہوئے ہیں وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۲) ہر ذرّہ کو غور سے دیکھ کہ وہ اُس سے جُدا نہیں۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۳) ہوشیار لوگوں کیلئے اشارہ ہے کہ چھ دروازے بند کرکے شش کل بجنے لگ جاتے ہیں

(۴) بادہ فروش نے تو مجھ سے یہی وعدہ کیا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۵) صندل جلا کر میں سونا پگھلاتا رہا لیکن اُستاد نے اسے کسوٹی پر چڑھایا۔

(۶) جب میں نے اسے بازار میں لایا تو میرا گھمنڈ دُور ہوا۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۷) میری آنکھوں پر آفتاب کا پرتو پڑتے ہی میرے تن میں آگ سُلگ اُٹھی۔

(۸) رندوں کے لئے تو موت ہی بقا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۹) سمندر سے ندیاں نکلتی ہیں اور سمندر خود قطرہ میں نہاں ہے۔

(۱۰) اس راز سے عام لوگ واقف نہیں ہو سکتے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(١١) صمٌّ بکمٌ آ بہ پر تن — من صمت سنجی سرہ کر تن

(١٢) کلُّ شیءٍ یرجعُ الی اصلہٖ — خاص الخاص چھوی منز خاصن

(١٣) شمس فقیرہ آبِ حیات چن — زندگی تمہ جی چھے کاملن

(١٤) دیپوہ سیتی تھاونے اہلِ صفہن — خاص الخاص چھوی منز خاصن

غزل

(١) بوٗ چھس کینہہ تے خود پانے — بوٗ کینہہ تے کس ونے پانے

(٢) وُچھم اورہ کینہہ نہ یورہ کینہہ تے — بوٗ کینہہ تے کس ونے پانے

(٣) نہ چھس ملک نہ چھس جنیات — نہ چھس انسان نہ آدم ذات

(٤) بہ بہ ہیچ کینہہ نہ ژارانے — بہ کینہہ تے کس ونے پانے

(٥) نہ چھس دیندار نہ چھس کفار — نہ مومن تے چھم استغفار

(٦) بہ خود چھس خود پرستانے — بہ کینہہ تے کس ونے پانے

(٧) دیپوم کینہہ نس کرے معنی — ونے کینہہ تے کسو زانے

(٨) بہ گوس شرمندہ پشیمانے — بہ کینہہ تے کس ونے پانے

(٩) کتن تھاوکن صحیح رٹھ من — وچھے سپدی ژ بیہ دون عالمن

(١٠) بتہ سکھ عارف نہ دانے — بہ کینہہ تے کس ونے پانے

(۱۱) صُمٌّ بُکمٌ پڑھ کر کے دیکھ اور مَن صَمَتَ نَجیٰ سے شناخت پیدا کر

(۱۲) ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ وہ خاصُ الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۱۳) اے شمس فقیر! آبِ حیات پی۔ کامل لوگوں نے اسی سے زندگی پائی۔

(۱۴) شاید تجھے بھی اہلِ صفا میں جگہ مل جائے۔ وہ خاصُ الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

غزل

(۱) میں ہیچ ہوں اس ہیچ کو کیسے ہست کہوں۔

(۲) اُدھر سے بھی ہیچ دکھائی دیا کیونکہ دیکھنے والا خود ہیچ تھا میں ہیچ کو کیسے ہست کہوں

(۳) نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ جن۔ نہ میں انسان ہوں اور نہ ہی آدمی۔

(۴) میں تو ہیچ ہی میں سے ہیچ کو ڈھونڈ رہا ہوں میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۵) نہ میں کوئی دیندار ہوں اور نہ کافر۔ نہ مومن ہوں نہ توبہ کا طالب

(۶) میں تو خود اپنے ہی آپ کا پرستار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

(۷) سوچا تھا کہ ہیچ کے معنی بیان کردوں لیکن اس کے معانی کون سمجھ سکتا ہے

(۸) اس خیال ہی سے میں شرمندہ و پشیمان ہو کر رہ گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۹) باطن کی آواز پر کان دھر اور اپنے دل کو تھام۔ کائنات کے اسرار تم پر فاش ہونگے

(۱۰) اور تم عارفِ یزدان بن جاؤ گے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

١١ تہٕ تراو کثرت یِہ چھے حسرت | جمع وحدت تہٕ وحدانیت

١٢ یہٕ در حالہٕ تتھ نہٕ حالہٕ راونے | یہٕ کینہہ نے کس ونے پانے

١٣ فنا سپدِتھ فنا فائی | بقا باللہ چھو ربّانی

١٤ تہٕ گو واصل بہٕ یکسانے | یہٕ کینہہ نے کس ونے پانے

١٥ چھو دریا تتھ نش کھ قطرہ | غوث، عاشق تہٕ ابدال ہا

١٦ ولی انبیاؑ چھ یکسانے | یہٕ کینہہ نے کس ونے پانے

١٧ مُہر شُد یہ تخت غیب | ہزار شاباش وستھ پی عیب

١٨ تہٕ زانہن رندِ مستانے | یُو کینہہ نے کس ونے پانے

١٩ یُو تھاہ دِتھ عالمِ غائب گوس | دِرتھ کینہہ نے تہٕ کیاہ تام اوس

٢٠ یہ رُودُس غائب غائب پانے | یہ کینہہ نے کس ونے پانے

٢١ ہیہہ اند لے آسی غائبی پہٕ | ہوا و آتش تہٕ خاک آبِ بسر

٢٢ گذر شُد یہ لا مکانے | یہ کینہہ نے کس ونے پانے

٢٣ اول آخر چھہ نورِ محمدؐ | ظہور تہندوی حد ولا حد

٢٤ حیاتُ النبیؐ چھ تا پانے | یہٕ کینہہ نے کس ونے پانے

٢٥ یہٕ خود شمس و خود سکندر | یہٕ خود سرمل تہٕ خود خاور

٢٦ یہٕ خود آزاد سلیمانے | یہٕ کینہہ نے کس ونے پانے

(۱۱) کثرت کو چھوڑ کیونکہ یہ حسرت کا مقام ہے بلکہ وحدت اور وحدانیت کو بھی ترک کر

(۱۲) میں مقام حیرت میں پہنچکر حیران ہو گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں؟

(۱۳) فنا ہو کر فنا کا وجود ختم ہوتا ہے اور بقا باللہ کی منزل سامنے آتی ہے

(۱۴) اسی مقام پر سالک خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۵) سمندر تو اس کے مقابلے میں ایک بوند ہے۔ پھر غوث ہوں یا اولیاء

(۱۶) سبھی اس مقام پر یکساں ہو جاتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۷) لوح غیب پر ہمارا نام ازل ہی سے عاشقوں میں تھا اور ہم ہر عیب سے بے نیاز تھے۔

(۱۸) رندِ مست ہی اس حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۹) میں عالمِ غیب میں چھلانگ کر پہنچ گیا اور وہاں کوئی نہ کوئی چیز ضرور دیکھی

(۲۰) لیکن غیبُ الغیب کے مقام پر میں خود گم ہو گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۱) میرے تو ازل ہی سے غیبی پر لگے تھے جبکہ خاک و باد اور آتش کا وجود ہی نہ تھا

(۲۲) میرا گذر لامکاں سے ہوا تھا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۳) میں نے اوّل بھی اور آخر بھی نورِ محمدؐ ہی کو پایا۔ یہ نور تمام حدود کو پھاند کر نمایاں ہے

(۲۴) بلکہ حیات النبیؐ کا نور ہی تو ہر جگہ روشن ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۵) میں شمس بھی ہوں اور سکندر بھی۔ دائم بھی ہوں اور قائم بھی۔

(۲۶) میں سلیمانؑ کی طرح خود مختار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

غزل (غیر مطبوعہ)

(۱) مائیں نہ موت مائیں لا گینہ ڈراونہی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۲) شراب لو دمت چھن شرابہ خمنی — پالنس چوان اوس بسیار

(۳) میہ دتن دا ماہ تہ تنولمہ رہنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۴) لولہ کس باغس کرئی مہ پوشہ چمنی — قولہ سارہ یکھنا چھاؤ گلزار

(۵) بکھنتہ یہ ہ ما گرتھ حسن یا سمنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۶) وٹھ چھس رتھ قلی دند لعل یمنی — گلاب رنگہ روی گل انار

(۷) نسرتہ خنجر ماران عشقہ معصومنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۸) سوز میہ چھس شوبان سوزہ یاد منی — ڈیشتھ ہر لے گے بیمار

(۹) سوز میہ چشمہ شہلا دان بے غمنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۱۰) رہبر نادرشن بیہ تا بہنی — لیہ میہ لوسم روزتھ بیدار

(۱۱) نالہ متہ رٹہ ہن تہ روی چھمبہ سمنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۱۲) خال چھس شوبان منتر باگ تمنی — خال گو آسو دلوں چھہ آشکار

(۱۳) عاشقو قبلہ دوپ محراب ئمنی — کہنی کہنی ہا وہ دیدار

(۱۴) شمس فقیر مشتاق ینہ ینن دمنی — پیران بو ونم سر اسرار

ترجمۂ کلام

غزل

(۱) میرا محبوب ہاتھوں میں مہندی رچا رہا ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۲) شراب کے مٹکوں میں شراب بھر کر خود تو بے حساب پی رہا تھا۔

(۳) مجھے تو ایک گھونٹ دیا اور وہ میری نس نس میں دوڑنے لگا۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۴) میں نے عشق کے باغ کی چمن بندی کی۔ اے قول کے پکے محبوب! کیا اس گلزار میں کبھی لوٹ کے نہیں آؤ گے؟

(۵) نہیں تو یہ یاسمن کے پھول مرجھا جائیں گے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۶) محبوب کے ہونٹ تو ہیروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں اور دانت لعل یمن کی مانند حسین

(۷) چہرہ گل انار کی مانند سرخ ہے۔ ستواں ناک عاشقوں پر قیامت لاتی ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۸) سرمئی آنکھوں میں کاجل کیا ہی زیب دیتا ہے۔ ہرن ان کو دیکھ کر ششدر رہ گئے

(۹) یہ سرمہ عاشقوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۰) کاش وہ مجھے اپنا دیدار دکھائے۔ اب تو راہ تکتے رہنے سے میری آنکھیں مرجھا گئی ہیں

(۱۱) میں تو اُسے گلے لگانا چاہتا ہوں۔ پر میرا منہ نہیں بن رہا۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۲) ابروؤں کے درمیان خال کس قدر زیب دیتا ہے۔ خال گو سیاہ ہے پر کس قدر روشن ہے!

(۱۳) عاشق تو محراب ابرو کو ہی قبلہ بناتے ہیں۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۱۴) جب سے مرشد طریقت نے سر اسرار سے واقف کیا ہے شمس فقیر اپنی سانسوں کا شیدائی ہے۔

(۱۵) سرِ پنہان ژوٚٹھ زیر و بمنی   کمنی کمنی ہاوہ دیدار

شمس فقیر

غزل (غیر مطبوعہ)

(۱) اے معشوق نازنین !   گاہ تو بر من باز بین

(۲) زوٚرہٕ نیوٗتھم دل و دین   گاہ تو بر من باز بین

(۳) زیٖ رۄخسار مہِ تابان   گٕژھ شرکیاہ گاہ بیوٚان

(۴) آفتابہ کھوتہٕ کیاہ حسین   گاہ تو بر من باز بین

(۵) وٕندموٕ ختنہٕ وُٹھ رٕژھ قلنہٕ   کتھوٕ چانیوٚ کرٕ طوطہٕ گلی

(۶) خَندٕہ کرتھ آفرین   گاہ تو بر من باز بین

(۷) ماتٕرہ رٕنگی مِتیٖ سُمہ کمہ   شمس فقیرو شادی کر

(۸) خوٗتہٕ میٚلنے چھس رنگین   گاہ تو بر من باز بین

غزل

(۱) مکہ مدینس یرچھ وتھیٚ   نیرہ لگیٚ ژوٗ کران

(۲) دوٗرہ چھی ہران نوٗرہ پھیٚ   نیرہ لگیٚ ژوٗ کران

(۳) اسہٕ ووٗن چھکھ اَتھ منیٚ   مس شیشن چھکھ بھران

اِسی زیر و بم سے تو وہ سرّ نہاں ہاتھ آتا ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

غزل

اے میرے نازنین محبوب! کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ

تُو نے تو زبردستی مجُھ سے میرا دِل لوٹ لیا۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

چاند کی طرح چمکتے ہوئے تیرے یہ دو رخسار ظُلمت میں بھی نُور برسا رہے ہیں

یہ تو سُورج سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

تیرے دانت موتیوں کی مانند ہیں اور ہونٹ چھوٹے چھوٹے ہیروں ایسے۔ تیری میٹھی باتیں سنکر طوطی بھی گنگ ہوتی ہیں ـــــ آفرین ہو تیری اس دلرُبا ہنسی پر۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

اے شمس فقیر خوشیاں مناؤ۔ محبوب کے مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ یہ تو حقیقت میں تیرے ہی خُون سے رنگے ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ

غزل (غیر مطبوعہ)

مکہ اور مدینے کے دروازے کھُل گئے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

دیکھو تو دُور سے کیا ہی نُور نظر آرہا ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اے ہنس مُکھ محبوبہ تو پیمانوں میں شراب ڈال رہی ہے۔

چاؤ داماہ فرا حتئ — نیرہ لُتئے رؤ کران

ونیس! اُسی آئی بولہ ہتئ — قولہ سائرس وُنی دوان

وچھتہ کیاہ کُشتہ گومتئ — نیرہ لُتئے رؤ کران

عشقہ سندرہ چھندراؤمنئ — وُچھت عاشق گے بیان

عشقہ ناپہ دوّد متئ — نیرہ لُتئے رؤ کران

دناد قندرہ پھُلی کیاچھ رتئے — اُسہ وُن غنچہ دہان

لعل لب چھی رحمتئ — نیرہ لُتئے رؤ کران

زُلف سنبل اُلے متئ — پھلی ہتی سنبلستان

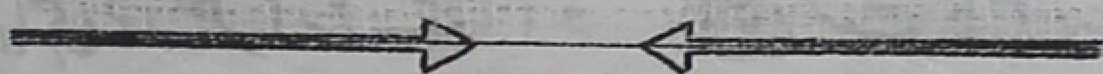
مارِ سیاہ کارہ پتئے — نیرہ لُتئے رؤ کران

حُسنس چانس دروہ دتئ — درود اللہ چھو درجان

تنہ مبیہ دِلس گُل پھُلمتی — نیرہ لُتئے رؤ کران

شمس فقیرس پروانہ دتئ — سرکارہ آس فرمان

مال جان پان ترادُم اتئ
نیرہ لُتئے رؤ کران



ہمیں بھی فرحت بخش گھونٹ پلا۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

ہم تمنائی بنکر جحبوبہ کی تلاش میں نکلے دیکھ کہ اُس کے عشق نے ہماری کیا حالت بنادی

آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اُس حسینہ نے بے تاب بنادیا۔ عاشق اُسے دیکھتے ہی آتش عشق میں جلنے لگے۔

سہیلی گیت گائیں۔

اِس کے شکر کی ڈلی ایسے دانت کتنے اچھے ہیں۔ یہ ہنستا ہوا دہن غنچہ کتنا حسین ہے

تیرے سُرخ ہونٹ تو رحمت ہیں آؤ سہیلی گیت گائیں

وُسکے سنبل ایسے زُلف! دیکھ کیا سنبلستان کھِل اُٹھا ہے۔ اُس کے شانوں پر گویا یہ

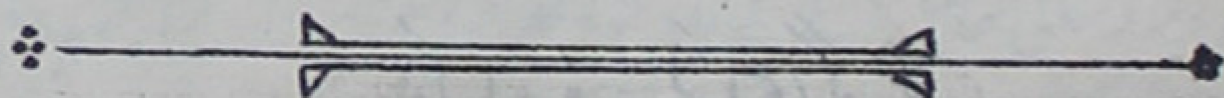
کالے سانپ بل کھا رہے ہیں۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

جب تیرے حُسن کا مدح خوان خُود خدا ہے تو ہماری کیا بات۔ ہم بھی تمہارے حُسن

کا درود پڑھ رہے ہیں۔ تیرے عشق سے ہمارے دِل میں بہار آئی ہے آؤ سہیلی گیت گائیں۔

شمسؔ فقیر کو موت کا پروانہ مل گیا۔ بڑے سرکار سے فرمان جاری ہوگیا

تعمیل حُکم کے لئے وہ تن من سے منتظر ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔



غزل

اَللہ اللہ تہٕ ہیچھُم دَرمنے بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

عشقہ نارن زأجنم تنَنے بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

رِندَن گندان ہیوٚد شِننے زِندگی لیکھ تہٕ وُچھک نوٗر

ظوٗرس سوٗر گوٚ برتو پینے بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

عأبد تہٕ زأہد چھہِ انتھ نِش زِینے واحد چھُو امیک شیخ منصور

اَنا تمی دوٚپ تمی معرفت چَنے بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

أچھو بوٗزکھ تہٕ کن وُچھنے مقامِ محمود سیدی حضور

رفتار گفتار نتھ جایہ چھُنے بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

بوٚ ہا ہِسر شمس فقیرہ وَنے سر تراؤ ییتھ در مخمور

سوٗی اَتھ ییس تَتہٕ برمُنزر نے

بوٚ کیاہ وَنے اِی گوٚ ظہور

غزل

نغمۂ اللہ ہو میرے دل میں ہے۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلئ ذات) تو اسی کا نام ہے

عشق کی آگ نے تو میرے تن بدن کو جلا کے رکھ دیا۔ میں کیا کہوں ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے

رندوں نے (اپنی جانوں سے) کھیل کر پر تو (ذات حق) کا مشاہدہ کیا اور زندگی پا کر نور (ذات حق) کو دیکھا۔

طور (کو دیکھو کر محض) جھلک کے پڑ جانے سے ہی خاکستر ہو گیا۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

عابد اور زاہد (کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو اس مرحلے پر پہنچ جانیوالوں کے مقابلے میں) ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اس منزل کا واحد سالک شیخ منصور ہی ہے۔ جس نے معرفت (کی شراب) پیئے بغیر ہی انا الحق کہا (گویا یہ مقام تو ازل ہی سے اُس کی نصیب میں تھا) میں کیا کہوں ظہور تو اسی کا نام ہے مقام محمود پر پہنچکر تم آنکھوں سے سُننے اور کانوں سے دیکھنے لگ جاؤ گے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں رفتار و گفتار کی مطلق گنجائش نہیں۔ میں کیا کہوں ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

اے شمس فقیر! میں تجھے راز کی بات بتائے دیتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) مخمور (عشق) ہو کر (بھی) اپنے سر کو (ذاتِ حق کی طرف) جھکائے رکھ (اور اِس بات کا یقین رکھ کہ بلندیوں پر رسائی حاصل کرنے کے باوجود بھی) وہی (سالک) بارگاہ (قرب الٰہی) میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے (غیب سے) دروازے کھول دئے جائیں۔ میں کیا کہوں کہ ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

غزل

بالہ یارو نیو تھمو ڈلو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی
گنج بے قیاس چونوی ملو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

اَقّے نُور اوس مُکمّلو ۔۔۔ گھن عشقن کرم ڈِن راتی
ژھن چھُوس نَتہٖ ڈژاو مُجملو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

اثبات وجود مُفصّلو ۔۔۔ وحدت وجود موجود ذاتی
مغزِ وحدت چھاوٗ کاملو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

ست دریاوٗ درایے نیرہ ٹو ۔۔۔ تتھ منزلس راوم ہیہ پرآئنتی
شنیا چھُ تَتہٖ پاین تَلو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

ژھٹہ نفسس ساری کلو ۔۔۔ کھٹ کشف تہٖ کراماتہٖ ژی
شاہ سید کھ ہینکھ اَہلو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

زِندہ مریانہ چھوی سہلو ۔۔۔ زِندہ عاشق زِندہ مُومتی
ڈوپہ نم مُرتھ تھوڈتُل کلو ۔۔۔ ڈون لالن ہیمتھ قیمتی

غزل

اے میرے دِل کو اُڑا لے جانیوالے محبوب! میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

تمہاری قیمت تو ایک ایسا خزانہ ہے جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

(ذاتِ حق کا) نُور تو اول ہی سے مکمل طور پر چھپا ہوا تھا، اور اِس (نُور کے پانے) کا عشق رات دِن میرے دِل میں سماتا گیا۔ یہ نور (موجودات سے جُدا نہیں) اور مجمل طور بھی یہی نور ظاہر ہے۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

اثبات وجود کی تفصیل یہ ہے کہ موجودات میں محض ذاتِ حق ہی کا وجود ہے اور وجُود اُسی ذات کو لازم ہے۔

یہی مغز وحدت ہے، اور اے کامِل (سالک) اِسی سے شناخت پیدا کر۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں

اُس منزل پر جہاں کہ میں نے سات لے کھوٹ دریاؤں کو بہتے دیکھا میری ساری غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔

وہاں تو عدم میرے پاؤں کے نیچے تھا (یعنی یہ منزل عدم سے بھی پرے ہے) میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

نفس کی ساری خواہشات کا قلع قمع کرو اور کشف و کرامات (کی قوتوں) کو پوشیدہ رکھ

(یہ وہ گر ہے جس سے) تُم بادشاہ بنکر (قُرب الٰہی) کے اہل بن جاؤ گے۔ میں تجھے (اے محبوب) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔ زندہ ہی مر جاؤ یہی (قرب حق کو حاصل کرنے کا) آسان طریقہ ہے عشق الٰہی کے متوالے رندوں نے مر کر بقا حاصل کی ہے

واصلس سینی چھوی حاصلو   حیات النبیؐ سرہ کرہ حیاتی

شمس فقیرہ کرُس مہرہ چھلو
دون لالن ہیمنتھ قیمتی

غزل

زیرِ وبم ہیتہ تمہ شایہ گوگمے   یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
پاتال عاشق پیر سبق   اکسیر تتہ ہیہ تہ ندرم تارک
درشتہ سرہ کرہ معنہ ہمہ   یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
کنہ بُوزم حق سرہ   من ہو یران چھُوی پانہ رُوح
مَن عَرف نفسہ پالومی   یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
وجود تہ شہود تراوُ تن   تمہ گرِ ہت چھُوی زاویل بدن
تمہ شایہ تتہ نامحرمی   یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
ستہ نشہ دریاوپیدہ گو   تتھ لانہاہیتس چھنہ زیو
عارف چھُ تتھ سیتی ہر دمے   یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے

مرجانے کے بعد ہی اُس (محبوب) نے مجھ سے سر اُٹھانے کو کہا۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

واصل بنا ہی تحصیل حاصل ہے۔ حیات النبی (صلعم) کی دائمی حیات کو پہچاننے اور اے شمس فقیر اُن کی اس حیاتِ دائمی کو پاکر اُن پر مورچھل جھلا ور کرتا جد میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں ÷

غزل

۱۔ (قربِ الٰہی کی منزل پر پہنچکر) زیر و بم (اذکار) بھی گُم ہوگیا۔ یہاں (اپنی ذات میں) بھی اُسے پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۲۔ پاتال میں (دل کی انتہاہ گہرائیوں میں) اُتر کر (اسرارِ الٰہی کا) سبق پڑھ۔ (ان ہی گہرائیوں میں) تو اکسیر جیسی قیمتی دھات حاصل کرے گا اور (افلاک پر چمکنے والے) چاند اور ستارے بھی یہیں موجود پاؤ گے۔ گویا ہمہ[۱] کی پہچان تجھے خود اپنے ہی سانس سے (شناخت پیدا کرنے سے) حاصل ہو جائے گی۔ یہاں (خود اپنی ذات میں) بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۳۔ اسرارِ الٰہی کی تشریح میں خود اپنے کانوں سے سُنتا رہا، اور رُوح اُسی ذاتِ حق کے وجودِ محض کی ذکر کرتا رہا۔ گویا مَن عرف نفسہٗ پہ کار بند رہ کر۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۴۔ مقاماتِ وجود اور شہود کو ترک کر دو۔ ان دونوں مقامات سے پرے وہ باریک شان رکھنے والی ذات ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے وجود و شہود تک کے مقامات (پر پہنچنے والے سالک) ناواقف ہیں۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۵۔ سات منازل کو طے کر کے ہی سمندر دکھائی دیا۔ اور اُس قلزم بیکراں کو بیان کرنیکی طاقت گفتار کہاں۔ ہاں البتہ ایک عارف ہر لحظہ اِس منزل پر سے گذرتا رہتا ہے۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

[۱] ہمہ سے مراد ہے خدا کیونکہ (باقی بر صفحہ ۵۱)

فنا گژھت فناژہ چھاوٚ	مٔنز راونس پانے ژہ راو
ماورایہ موجود ہُ چھے	یتہٕ سوٗی چھُمے تتہٕ سوٗی چھُے
شمس فقیرو کینہہ نہ ژہی	کینژہہ نو لوکھ کھنڈ ہار ژہی
کینژہہ نے لوکھ تتہٕ چھا کمے
یتہٕ سوٗی چھُمے تتہٕ سوٗی چھُمے

غزل

بوز عشقن دود یارہ گوم
موت معشوق یاد پیوم

میخانہٕ منٛزہ لولہ مے چوم	مٔوت معشوق یاد پیوم
اَمی کرٛالن بانہٕ تھٔری سیٹھاہ	رنگہٕ رنگہٕ تنتھ آنتھ کیاہ
ساری چھ پختہ یوی دژاس اوم	مٔوت معشوق یاد پیوم
اَمی کونٛرن کیاہ دیوت جلاوٚ	تس کُنہٕ ہی کیاہ چھُو ناوٚ
پرزہ منٛزہ رزہ یان کھاجوم	مٔوت معشوق یاد پیوم
یار بوئ آشناوٚ نو چھُ کانٛہہ	تم چھ ساری بے وفا

۶۔ فنا ہو کر فنا کی منزل میں داخل ہو جا اور گم ہو کر گم ہو جا
اس لئے کہ میں نے (ذاتِ حق کو) ماورا میں موجود پایا۔ یہاں بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔
۷۔ اے شمس فقیر! تم ہیچ ہو اور تمہاری قیمت کچھ بھی نہیں بلکہ پھوٹی کوڑی بھی نہیں یہی کیا کم تھا اگر تمہاری قیمت کچھ بھی نہ ہوتی۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

غزل

۱۔ سُن اے دوست! میں دردِ عشق میں مبتلا ہو گیا، اور دیوا[۵۳] نے محبوب کی یاد آ گئی۔
۲۔ مے خانے میں شراب عشق پی گیا، اور دیوانے محبوب کی یاد آ گئی
۳۔ اُس کمہار (اللہ تعالیٰ) نے مختلف رنگوں کے بے شمار برتن بنائے۔ سبھی پختہ ہو کر نکلے اور میں ہی ایک خام نکلا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔
۴۔ ذاتِ حق کی وحدت کیا ہی روشن ہے۔ آخر اُس ذاتِ واحد کا نام کیا ہے۔
۵۔ دوست یا بھائی سے رشتہ کیا یہ تو سب کے سب بے وفا ہیں۔

بقیہ از صفحہ ۴۹۔ تمام جزئیات کلی کے ماتحت ہوتی ہیں۔
۵۲۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے خُدا کو پہچانا۔
۵۳۔ "مُوت" کے لفظی معنی دیوانے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ انتہائی لاڈ پیار کے اظہار کے طور پر بھی ہماری زبان میں استعمال ہوتا ہے۔

خامن سینی میہ گییم کوم — مئوت معشوق یاد پیوم

اَتھ حَی کِس دریاوَس — شہہ منزہ تھاہ لا ئیس

دُورِ برزخہ نُور پژزِ نیوم — مئوت معشوق یاد پیوم

دِلہ کے دروازہ کن ژاس — مُلکِ وحدتہ منز ڈ ژاس

عرشچہ جو یہ پے ہو وزیوم — مئوت معشوق یاد پیوم

گَہرہ ینہ نے کرِتھ معراج — شمس فقیرو چھوی خراج

چھُس بو کینہہ نے کیاہ سناو چھوم

مئوت معشوق یاد پیوم

غزل (غیر مطبوعہ)

مِیہ وُچھ ہر شایہ سُو یار چھُنو کانہہ موئ تہِ خالی

وَنے بو سرِ اسرار ینو آسکھ وُبالی!

دماہ اکھ مِیہ گییم کل میہ بُونہ دِلہ کِینہ یَرن تل

چھُو سانہ و نازہ افضل چھیہ زیرس نم تہ چالی

میں اِس دُنیا میں محض خام لوگوں میں اُلجھ کے رہ گیا ہوں۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۶۔ میں نے حَیّ کے (زندہ و پائندہ یعنی دائمی) سمندر میں سانسوں سے نکل کر (نفسانی بندشوں سے آزاد ہو کر) چھلانگ لگا دی۔ اور عالم برزخ میں پہنچکر بہت دُور سے نورِ (ذات حق) روشن دکھائی دیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۷۔ دِل کے دروازے سے داخل ہو کر میں عالم وحدت میں اُبھرا، اور یہاں پہنچکر عرش کی ندی کا پشتہ پھوٹ کر نکل آیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۸۔ آفرین ہے تم پر اے شمس فقیر! کہ گھر بیٹھے معراج حاصل کیا۔ میں تو خود ہیچ ہوں لیکن میں نے کیا دیکھا ــــ؟

مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

غزل

۱۔ میں نے محبوب کو ہر جگہ موجود پایا، اور کوئی ذرہ بھی (اُس کے وجود سے) خالی نہ دیکھا۔ میں تمہیں اسرار (طریقت) سے واقف کئے دیتا ہوں۔ (خبردار) تم لاپرواہی سے کام نہ لینا۔

۲۔ لمحہ بھر کے تفکّر کے بعد میں نے اپنے دِل کے پردوں کیساتھ کان لگا کر سُنا تو معلوم ہو گیا کہ نغمہ و ساز ہی افضل (عبادت) ہے اور زیر (اللہ) سے بم (ہُو) ملا ہوا ہے

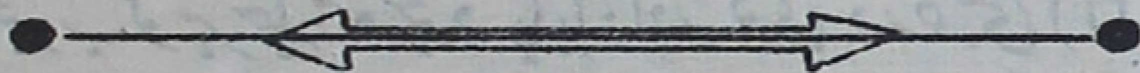
ژِہ لائے مَنٛز وحارَتس ہتاہ گژھی معلوم شہنشاہ
رِندے چھُک مرتہ یکجاہ کِندان گژھ خوردہ سائلی

صُدُر چھُوی سنّہ خوتہ سن، محیط کوہ زانی اڈن
سہل چھا معنہ بوزُن تہ بوزان گاٹلی

فنا جامے ژُٹھتھ تراو اژِتھ مَنٛز دیدہ ہُنی راؤ
گژھ ھی معلوم پُنُن ناؤ بمع پیمانہ خالی

سجودس مَنٛز میہٖ ڈیوٹھُم وجود تہ شہود گو گمُ
یہ سر موجود رُودُم چھُنا تتھ جامہ نائلی

وَنے کیاہ بو اَمیک سُود مُرِتھ عاشق زِندے رُود
ژِہ کر شمسو یہ کتھ بُود چھُکھے آمُت سوالی



۳۔ وحدت (کے سمندر) میں چھلانگ لگا کر ہی تم شہنشاہ سے واقف ہو سکتے ہو۔

اگر تو واقعی رند ہے تو صغر سنی میں ہی یہ کھیل کھیلتا جا

۴۔ سمندر گہرے سے بھی گہرا ہے لیکن اندھے کو (اس) بحر بیکراں کی کیا پہچان۔

اس معانی کو سمجھنا آسان نہیں ہاں البتہ ہوشیار لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ فنا کے لباس کو پھاڑ ڈالو، اور (باطنی) آنکھوں میں داخل ہو کر گم ہو جا

اسطرح سے تُم خود اپنے نام اور جام معرفت کے حقیقی حال سے واقف ہو جاؤ گے

۶۔ وجود اور شہود کے مقامات گم ہو جانے پر ہی میں نے مقام سجود میں محبوب کو دیکھا۔

اور یہ راز محفوظ رہا (کہ) وہ لباس پہنے ہوئے نہیں

۷۔ میں تمہیں اس (طریقت) کے نفع کے متعلق کیا بیان کروں (مختصر الفاظ میں سُن لو کہ راہ طریقت میں ایک) عاشق مر کر بھی زندہ ہی رہا۔

اے شمس! اگر تو (اس نفع کے بارے میں) سوال کرنے والے کی حیثیت سے آیا ہے تو خود آزما کر دیکھ لو۔

غزل (غیر مطبوعہ)

چھوکھے بینا وین دیو پانس　　تَس نادانس کرٕ ژلہٕ ژھائی
راہ کیاہ لَدِہ بوتس باغوانس　　گُلزار وُوہ تم تہ سعویہ گُلی آم
سَگ میہٕ دژامس تہ سوئی اُنجم پانس　　تَس نادانس کرٕ ژلہٕ ژھائی
یانٔہی گارس یانٔزی چھے پانس　　تَس چھُوی گرژھان منٛدیٚن شام
بے ژر آسہ تَے کرٕ ہیوہ دانَس　　تَس نادانس کرٕ ژلہٕ ژھائی
نصیحت کُرٕ زِ نو نسل شیطانس　　تلہ کَنہ ژانٔزٕ یِن آسہ ما خام
معرفت کیاہ کرِہ ناپاکے بانس　　تَس نادانس کرٕ ژلہٕ ژھائی
یُس وَسہِ عشقَس صدرس سرانس　　سرٕ تَس سپدی میم الف لام
تھَپہ میہ دژامس دُرِ عرفانَس　　تَس نادانَس کرٕ ژلہ ژھائی
شمس موٚت مشتاق حق سُبحانَس　　الٰہی در جہاں تھاوٕ میون ناوٕ
خام گھتی زُون کھیٚنہٕ بیٚٹھ آسمانس
تَس نادانس کرٕ ژلہ ژھائی

غزل

۱- اگر تو بینا ہے تو خود اپنے مَن میں (حق کی) تلاش کر۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے

۲- باغبان کو قصوروار کیونکر ٹھہراؤں اُس نے تو پھول ہی بوئے تھے لیکن بچھو بوٹی کے پودے اُگ آئے۔ اور اِن پودوں کی جب میں نے آبیاری کی تو بچھو بوٹی نے اُلٹے مجھے ہی کاٹا۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۳- جادوگر کا جادو (تو دراصل) خود اپنے ہی لئے ہے۔ پو پھٹنے کا وقت اُسے شام کی مانند تاریک دکھائی دیتا ہے۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ایک قلّاش و مفلس آدمی بھٹی کو روشن کیسے کر سکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۴- جو شیطان کی نسل کا ہو اُسے نصیحتیں کرنے سے کیا حاصل؟ وہ تو خام ہی ہے۔ شرابِ معرفت کا ایک ناپاک برتن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۵- جو آدمی عشق کے سمندر میں نہانے کے لئے اُتر جائے وہی الف لام اور میم سے شناخت پیدا کر سکتا ہے۔ میں نے تو (شدّتِ عشق میں) دُرِ عرفان کو چھین کر لیجانے کی کوشش کی۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۶- دیوانہ شمس تو (چونکہ) بزرگ و برتر ذاتِ حق (کے دیدار) کا شیدائی ہے (اس لئے اس کی تمنّا یہی ہے کہ) یا اللہ! میرا نام اِس دُنیا میں قائم رکھ۔ خام لوگ تو چاند کو کھا جانے کی غرض سے آسمان پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

غزل

صدرہ کھڑ لدپہ مال گنزری توس پھلیئے
ٹلیئے کرہ سے لولہ متہ لائے

زونہ چھی شوبان یم چونہ پھلیئے
ٹلیئے کرہ سے لولہ متہ لائے

رنگہ ریون دزاؤ رنگہ بونہ تلیئے
سنگدل و چھتن چھس نہ مینز مائے

ہو میتا دیدار ہیپہ ہم سلیئے
ٹلیئے کر سے لولہ متہ لائے

رسہ رسہ پانس چیئن مسک گلیئے
اسہ چھونہ چاوان کیاہ چھوسون پائے

مست گے مستانہ مس چیتہ ولیئے
ٹلیئے کرسے لولہ متہ لائے

غزل

۱ - اری سہیلی ! ذرا میرے محبوب کو تو دیکھو - یہ تو دُور سے سمندر کے موتیوں کی (بنی ہوئی) مالا جیسی دکھائی دیتا ہے - اور اِس مالا کے دانوں کا شمار[1] کریں - آؤ نا سہیلی ! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں -

۲ - اس چاند کیطرح چمکتے ہوئے محبوب کو یہ موتی کے دانے کیا ہی زیب دیتے ہیں - آؤ نا سہیلی ! محبوب کو گود میں لے کر جھُولا جھُولیں -

۳ - میرا رنگیلا محبوب رنگین چناروں کے نیچے سے گزر کر جارہا ہے - ذرا دیکھو تو سنگدل کو، میری ذرّہ بھر بھی محبّت نہیں اُسے - کاش مجھے اپنا چہرہ دکھا کر (گویا) مجھے مُول لیتا - آؤ سہیلی ! محبوب کو گود میں لیکر جھولا جھولیں -

۴ - خود تو رُک رُک کر شراب کے گھونٹ پیئے جارہا ہے - پر ہمیں نہیں پلاتا - ہمارا حال تو خدا جانے ---- دیوانے تو پی کر ہی مست ہوا کرتے ہیں - آؤ سہیلی ! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں -

---

[1] - دانوں کا شمار - یعنی محبوب کے خد و خال کا جائزہ لیں -

کاہِ دِلوس ہِم جاہِہ کمّی چھلئے
شاہِہ لَٹہ بیہِ نا ثرلِہ ہیم نبائے
پامَن لأ جنس خام ڈانبلئے
لُلئے کرسَے لولِہ مَتہِ لائے

لالنہ کُوٹھ یِم پیالِہ مے ڈِلئے
سالِہ نے ییم اَدِہ بے پَروائے
نالِہ مَتہ رَٹِہ ہَن بیہِ نا ثُرھلئے
لُلئے کرسَے لولِہ مَتہ لائے

نُوہِ کہ وَقتہِ خواب ڈیشام ثُرھلئے
پر ثرھمس رازہ ہونّزہ کَتہِ چینی جائے
جازہ دِنتھ پری نَم تازہ مسئلئے
لُلئے کَرسَے لولِہ مَتہ لائے

بولِہ دُن جانورہ چھُو لولہ مَنزلِئے
بدنس تیہنّدس ڈیٹھم نہ ثرھائی
خرقہ یولاس نآلی ڈیٹھمَس کھُلئے
لُلئے کرسَے لولِہ مَتہ لائے

۵۔ کام دیو کا یہ لباس کس نے دھو ڈالا ہے ؟ کاش شام کے وقت آتا تو
جھگڑا ہی نپٹ جاتا۔ اِس طفل حیلہ گر کی وجہ سے تو میں طعنے سہہ رہی ہوں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو
گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۶۔ جڑاؤ کمرے میں جو میں نے پیالیاں سجا کر رکھی ہیں۔ ذرا جا کر دیکھو کہیں
اُنکی ترتیب بکھری تو نہیں۔ ورنہ وہ لاپروا محبوب دعوت پر نہیں آئیگا۔
کاش وہ اچانک آجاتا تو میں اُسے گلے لگاتی۔ آؤ سہیلی! محبوب
کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔
پو پھٹے کو جو اچانک میں نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا "میرے
راج ہنس! تمہاری منزل کہاں ہے ؟"
اور اُس نے ٹال کر نئی باتیں چھیڑ دیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود
میں لے کر جھولا جھولیں۔
اُس چہکتے ہوئے پرندے کو دیکھو تو عشق کے جھولے میں کس انداز سے
جھول رہا ہے۔ اری! اِس کے بدن کا سایہ ہی نظر نہیں آتا۔
اور دیکھو تو کشادہ نرم و نازک لباس کیا جچ رہا ہے! آؤ سہیلی! محبوب
کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

غـازِہ مے اَسہ کرِ عشقِہ نازِ لِئے
مشکِہ چانہ ننبہِ لیوم یاون لائے
رُشکِہ چانہ گلاب گیم اَڑہ پھلئے
اُللئے کرسے لول مَتہ للائے

یم مارِ پیچان کیاہ چھی ہُلئے
مارِ زُلفن چھک ماران گرائے
خارِہ میون مے تھاؤنارِہ وُز مُلئے
اُللئے کرسے لول مَتہ لائے

دَنہ چھی محنتہ ہال وُتھ رڈھ پھُلئے
خندہ چھکھ کران تہ کُمی دپوی دائے
یم کَنتھ بُوزِ تھ طوطِہ گے کَلئے
للئے کرسے لول مَتہ لائے

داپہ شُوبیا محنتہ ہار پختہ کار ژلئے
شاہ شمس رُمہ ریشنوی آئے
مایہِ بننہِ داستان وُنونہ گاٹلئے
اُللئے کرسے لول مَتہ لائے

اے اُلھڑ حسینہ! غازہ چڑھا کے میری طرف مت دیکھ ۔ تمہاری خوشبو ہی سے

تو میری متوالی جوانی بیتاب ہوئی جا رہی ہے

ذرا دیکھ لو کہ تمہارے (حُسن کے) رشک میں میرے رخساروں کے گلاب ادھ

کھلے رہ گئے ۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں ۔

تمہارے یہ پیچدار سانپ کس قدر ٹیڑھے ہیں! اور پھر ان سانپ

جیسے زُلفوں کو ہلا ہلا رہی ہو ۔

اے برقِ آتش! (تجھے میری قسم) میرا ملال نہ رکھیو ۔

آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں ۔

تمہارے دانت تو موتیوں کی ایک مالا ہے، اور ہونٹ گویا چھوٹے چھوٹے سُرخ

ہیروں سے جڑے ہوئے ہیں، اور جب ہنسنے لگ جاتی ہو تو یہ بھی تو بتاؤ

کہ یہ دِل رُبا ہنسی ہنسنا کس نے سِکھائی ۔ تمہاری میٹھی میٹھی باتیں سُن کر تو

طوطیاں بھی گنگ ہو جاتی ہیں ۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں ۔

مجھ جیسی ناچیز کنیز کا (تم جیسی) موتیوں کی مالا سے کیا واسطہ؟ بڑے بڑے تجربہ کار

عاشق تو تمہاری حسرت لے کر چل بسے ـــــ لیکن شاہ شمس تو خدا سے زموہ رِشیؔ

کی زندگی مل جانے کی بھیک مانگ رہا ہے (تاکہ تم پگھل جاؤ) اور اس ہوشیار عاشق

نے محض تمہاری محبت کی خاطر یہ داستان بیان کی ۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں ۔

ے۔ کشمیر کا ایک لمبی عمر پانیوالا ریشی ۔ جو لمبی عمر پانے کی وجہ سے ضرب المثل بن چکے ہیں ۔

غزل

خاژہ تھو نَم مارہ مُتئے   میون وَنتسی لُتئے

ژ اٰلی پنجرہ تڑاوُ تھےٚ   میون وَنتسی لُتئے

روی خورشید چھُیس تابان   ژھایہِ روٗس شاہِ خوبان

ماہِ تابان نُورہ ہیتئے   میون و نتسِی لُتئِے

یا رٔیحان زُلفہ پیچان   نتہ ما سنبلستا ن

مار پیچان کارِہ پُتئے   میون و نتسِی لُتئے

سونہ دُور ژِہی چھُم الران   دونوٚنی چھُس نُور ہران

پُورہ کَنہ تَم سورگہِ کھُتئے   میون و نتسِی لُتئے

نستہِ خنجر حُسنک امام   دین و دِل نیونم تمام

سوتہِ والنجہ آئے اُتئے   میون و نتسی لتئے

چشمِ آہو چھَیں ہنبر ژلَے   مَنہِ پھلی عشقن ژھلَے

وُنہِ چھُ مستانہ نندرہِ ہُتئے   میون و نتسِی لُتئے

غزل

متوالی محبوبہ کی جُدائی میں تو مجھے کانٹے سے چبھ رہے ہیں۔ اے سہیلی!
ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
کاش وہ اپنی خمدار کاکلوں کو کھول دے! سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس کا چہرہ تو سُورج کی مانند چمک رہا ہے، اور اُس محبوبوں کے بادشاہ کا سایہ ہی نہیں
اُس کے پیچ دار زُلفوں کو کس سے مشابہ کروں، ریحان سے یا سنبلستان سے
ذرا اِن ٹیڑھے سانپوں کو تو دیکھو جیسے بنفشہ کے پھُول میں خم پڑے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر
اُسے میرا کہیو۔
سونے کی بالیوں کو دیکھو کس طرح ہلتا جا رہا ہے
دونوں بالیاں روشنی بکھیر رہی ہیں۔ جیسے کہ یہ دونوں جنّت سے
اُڑ آئے آیا ہے۔
سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
خنجر جیسی ناک کس قدر حسین ہے ۔ اس امام حُسن نے تو میرا دین و دل
لوٹ لیا۔
اور اِسے دیکھتے ہی جگر پر ضرب لگ رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس ہرنی کی آنکھیں تو نرگس جیسی ہیں اور پتلیاں تو محض سامانِ فریب
حالانکہ ابھی تو یہ مستانی سوئی پڑی ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا
کہیو۔

مژگانہ تیر چھم میہ لایان — تی ونتس ما چھو جان

موہنہ تیر کر تجہ کھتئے — میون ونتسی لتئے

بمہ ہار سجہ لدنم گون — نس تہ کیاہ گو غصہ میون

بوسہ ناوٕمی پارہ ونئے — میون ونتسی لتئے

بالہ کوت گوم یاون لئے — اندہ ناووٕنی عشقہ نیائے

چھمنہ بازارہ قیمتئے — میون ونتسی لتئے

عشقہ سندری اسہ مے دوش — خونِ جگرہ سس کرتہ نوش

زونہ میلکھنا محبتئے — میون ونتسی لتئے

وٹھ رٹھ پھلی برگِ بادام — قندہ پھلی وند کیاہ چھ جان

خندہ بال، وندہ راوم اتئے — میون ونتسی لتئے

نیرہ منز چھکچھے پیر تراوان — عاشقن تنبہ لاوان

ساٰلی وڈ نی چھے اے ٹھپتئے — میون ونتسی لتئے

شمس فقیرن کرنہ پائی — زمہ رشنوی دنس آئے

عشقہ تیو نگل پیم تتئے

میون ونتسی لتئے

اری دیکھیو! پلکوں کے تیر کس طرح برساتا جا رہا ہے۔ جا کر کہیو کہ یہ انداز بھلے نہیں۔ ہاں ری پھر دیکھیو تیروں کو کمان میں چڑھا رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

یہ کمان جیسی بھنوؤں میں شکن کیسی؟ ذرا ری جا کر پوچھ لو۔ مجھ سے ناراض تو نہیں

اے پاروتی! اب مجھے اور نہ تڑپا۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

ہاں ری میرا محبوب کدھر کو چلا گیا۔ آ تا تو عشق کا جھگڑا نپٹ لیتے۔

(میں تو جھگڑا نہیں چاہتی) آخر وہ بازار میں بکنے والی چیز تھوڑی ہے؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

اری عشق کی سُندری! اب ہم سے نہ روٹھ۔ میں تو اپنا خُون جگر تمہیں پینے کو دئے دیتا ہوں۔

اری میری محبت! کیا چاندنی میں بھی نہیں ملو گی؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

سُرخ ہیروں کے ٹکڑوں سے جڑے ہوئے یہ تمہارے ہونٹ برگ بادام کی مانند نازک ہیں اور یہ شکر کے ٹکڑے جیسے دانت کس قدر اچھے ہیں۔ میری ہنس مُکھ محبوبہ! میرا دل تو انہیں دیکھتے ہی مجھ سے جُدا ہو رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

تم سبزہ زاروں میں سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی جا رہی ہے، اور ہم عاشقوں کے دل بے تاب ہوئے جا رہے ہیں۔ اور دوپٹہ کو دیکھو کہ پھُندنے کیا زیب دے رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

شمسؔ فقیر کی حالت پر رحم کرو۔ وہ تو عشق کے انگاروں پر لوٹ رہا ہے

پر اُسے رموہ ریشی کی زندگی بھی تو بخش دو

سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

شمس فقیر

غزل

ژانہٕ وُنہٕ زان کرٕ پژانس گیانس
زان رِلہٕ ناوٕ بھگوانس سیتی

پُو زا کرِ ژٕ گیہٕ مَنٛز کرم دانس
دھرمہ شاسترِنس ہُت خانس
کوٚر للہ اِکوٹہٕ آکاش پژانس
زان رِلہٕ ناوٕ بھگوانس سیتی

سوٚدہ بأی وَدہ ناہ کوٚرہ پأنٕی پانس
دیور مَنٛگہ کیاہ دیوٕ روٹس
للہ ترٛوو نَزلہٕ نوٚٹ مَنٛز پوٚئِتلی خانس
زان رِلہٕ ناوٕ بھگوانس سیتی

ژھلہٕ گیہٕ للہ مژ شژاہ یار سرانس
پلہٕ تمہٕ کوٚرہ نزگہ تکہ تارہ ترفس

شمس فقیر   ترجمہ کلام

غزل

اے گیانی پران اور گیان کی پہچان پیدا کر۔ یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان

ہے۔

جب للہ عارفہ دھرم شاستر کے بُت خانے اور کرم دان میں پُوجا کرنے گئی تو اُس

نے خود اپنے پڑان کو سراپا آکاش بنا دیا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

سہ بھائی نے خود اپنے اُوپر رویا اور اُسے محسوس ہونے لگا کہ

پتھر ایک پتھر (کے بُت) سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔

للہ نے تو بُت خانے کے بیچ میں پانی کا گھڑا توڑ ڈالا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

للہ جو اچانک شراہ یار کے گھاٹ پر نہانے گئی تو جگت کے دریا پر سے گذر جانے

کے لئے اُس نے نفس شیطان کا سر کاٹ کے رکھ دیا۔

کلہٕ ژمہٕ ژوٚٹنے نفسِ شیطانَس
زان ہلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

سبق ژٔتہٕ راوِہی ژَس عشق چھانَس
راژہ دأنی ژمہٕ لٔز ویرانَس
لَلہٕ اوس ہلہٕ وُٹھ لَلہٕ وُن پانَس
زان ہلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

وِپدیشِ کرِنہٕ گیہ نُندہٕ ریشانَس رح
رِندو دوٚپ ہَس عین عرفان
ژھیپہٕ ژھیپرس گنڈن شاہِ ہمدانس رح
زان ہلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

شمس فقیر نأمی پرکاشہٕ ہس
ژھأئی وُچھتہٕ ما چھے رَوِ ہرِیس
ژھأئی اوٚبرٕ لأگتھ کھوٚت آسمانس
زان ہلہٕ ناوٗ بھگوانس سیتی

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

للہ نے جو ویرانے میں شاہی محل تعمیر کیا تو اُس کی یہ مہارت دیکھ کر

ناتجربہ کار بڑھئی حیران ہو گیا۔

للہ کو (اس کے لئے) تو پتھر بھی برداشت کرنا پڑا۔

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

نندہ ریشیؒ کو جو اُپدیش دیا

تو رِندوں نے اس اُپدیش کو عین عرفان تسلیم کر لیا۔

اور للہ نے شاہِ ہمدانؒ کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے

شمس فقیر۔ اے مشہور فاضل! ذرا دیکھ لو کہ سُورج میں کوئی سایہ

نہیں ہے۔

یہ تو محض بادل کا سایہ ہے (جس کا خود کوئی وجود نہیں) جو آسمان

پر چھا جاتا ہے۔

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے۔

اِظہارِ تشکر

مجھے اِس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے بہت مدد ملی ہے۔ میں اُن تمام حضرات کا شکر گذار ہوں۔ جناب غلام محی الدین صاحب (شمس فقیر صاحبؒ کی دختر کے فرزند) موضع کرشی پورہ تحصیل بڈگام کا بیحد مشکور ہوں کہ اُنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے خاندانی حالات بہم پہنچائے۔ محمدّ وانی صاحب موضع آری گام تحصیل بڈگام اور اسد وانی صاحب موضع کرشی پورہ کا بھی بہت شُکر گذار ہوں۔ خواجہ سونہ منو صاحب کاوچی محلہ امیراکدل کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ منو صاحب نے پچیس ۲۵ برس سے زائد عرصہ شمس فقیر صاحبؒ کی خدمت میں گُذارا ہے۔ آپ کی عُمر اِس وقت ایک سو دس ۱۱۰ سال ہے۔ آپ سے مجھے بہت مدد ملی۔ آخر میں اپنے قبلہ و کعبہ محترم والد بُزرگوار خواجہ غلام محی الدین محلہ الیشان صاحبؒ زینہ کدل کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی رہنمائی کے بغیر یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔

{ شمس الدین احمد }